ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 24 شمارہ 02

اگست 2026ء - صفر المظفر 1448ھ

جلد 24 شمارہ 02

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اگست 2026ء - صفر المظفر 1448ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبد السلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد ناصر مولانا طارق محمود *Ñ y%g

فی شمارہ.................... 50 روپے

سالانہ .... 500 روپے

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

مولانا عبد السلام صاحب - 0333-5365831

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال....مسلم ملکوں کے پاسبانوں وحفاظتی دستوں کی فضیلت....مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن(سورہ نساء: قسط13).....قبل از موت قبولیتِ ایمان وتوبہ کی تفصیل.......// // 8

درسِ حدیث........کلماتِ ''باقیاتُ الصالحات'' کے فضائل(قسط3)........// // 18

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 22

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف(چوالیسواں حصہ)..مفتی غلام بلال 25

تذکرۂ اولیاء: ....حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور

میں تدوینِ قرآن(حصہ1)..مولانا محمد ریحان 28

پیارے بچو!...............................سچائی کا انعام...........................// // 31

بزمِ خواتین....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات(حصہ22)....مفتی طلحہ مدثر 32

آپ کے دینی مسائل کا حل ....''تفقہ فی الدین'' کی

فضیلت واہمیت(قسط1)...ادارہ 35

کیا آپ جانتے ہیں؟...''رسومِ افتاء واصولِ افتاء'' پر کلام(قسط18)....مفتی محمد رضوان 46

عبرت کدہ ....حضرت شمویل علیہ السلام(قسط2)..........مولانا طارق محمود 53

طب وصحت.................امراضِ قلب اور کولیسٹرول.........حکیم مفتی محمد ناصر 57

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز............................// // 59

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال　　　　　　مفتی محمد رضوان

مسلم ملکوں کے پاسبانوں وحفاظتی دستوں کی فضیلت

اسلامی ملکوں، اور بطورِ خاص اس کی سرحدوں کی دشمنوں اور دہشت گردوں سے حفاظت و پاسبانی، اور پہرہ داری کرنے والوں، اور اس مقصد کے لئے مسلمانوں کے جو حفاظتی دستے گشت کرتے ہیں، جن کو انگریزی میں سیکورٹی فورسز کہا جاتا ہے، ان کے عظیم فضائل ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

طُوبٰى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهٗ، مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ، كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ، إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۲۸۸۷)

ترجمہ: خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جو اپنے گھوڑے (یا بندوقوں وغیرہ) کی لگام اللہ کی راہ (یعنی جہاد، یا رباط و پاسبانی) میں پکڑے ہوئے ہو، اس کے سر کے بال پراگندہ اور پاؤں گردآلود ہوں، اگر وہ پاسبانی (وسرحد کی نگرانی و پہرہ داری) پر مقرر ہو، تو وہاں پاسبانی (و پہرہ داری) کرے، اور اگر پیچھے (ملک کے اندر پاسبانی کے لئے) مقرر ہو، تو وہاں پاسبانی کرے، اور اگر وہ (خود سے کسی جگہ جانے کی) اجازت طلب کرے، تو اس کو اجازت نہ ملے (یعنی خود سے اسے اپنی منشاء ومرضی کے مطابق کام کے انتخاب کی اجازت نہ ہو) اور اگر وہ کسی (کے ساتھ رہنے، یا اپنے ساتھ کسی کو رکھنے وغیرہ) کی سفارش کرے، تو اس کی سفارش نہ مانی جائے (صحیح بخاری)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِلَيْلَةٍ أَفْضَلَ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ؟ حَارِسٌ حَرَسَ فِيْ أَرْضِ خَوْفٍ، لَعَلَّهٗ أَنْ لَا يَرْجِعَ إِلٰى أَهْلِهٖ (المستدرک للحاکم، رقم الحديث ۲۴۲۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی رات کے بارے میں نہ

بتاؤں جو کہ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے؟ وہ پہرہ دینے (اور پاسبانی کرنے وپہرہ دینے) والا شخص ہے، جوخوف والی زمین میں (جہاں دشمنوں ودہشت گردوں سے حملہ کا خطرہ ہو) پہرہ دے(اور پاسبانی وپہرہ داری کرے) شاید کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف نہ لوٹ سکے(اور دشمنوں ودہشت گردوں کے حملوں میں شہید ہوجائے) (حاکم)

مذکورہ احادیث سے مسلمانوں کے ملکوں کی سرحدوں اور اندرونی علاقوں میں دشمنوں ودہشت گردوں سے حفاظت پر مامور حفاظتی دستوں اور سیکورٹی فورسز کی عظیم فضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا (صحيح البخارى، رقم الحديث ۲۸۹۲)

ترجمہ: اللہ کے راستہ(یعنی مسلمانوں کے ملک وسرحد) میں ایک دن پاسبانی کرنا (اور پہرہ دینا) دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے بہتر ہے(صحیح بخاری)

اور خلیفۂ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : حَرَسُ لَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى أَفْضَلُ مِّنْ أَلْفِ لَيْلَةٍ يُقَامُ لَيْلُهَا ، وَيُصَامُ نَهَارُهَا (مسنداحمد،رقم الحديث ۴۳۳)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (یعنی مسلمانوں کو دشمنوں ودہشت گردوں سے حفاظت کے لیے) ایک رات پاسبانی کرنا (وپہرہ دینا) ایسی ہزار راتوں سے بہتر ہے کہ جن کی راتوں میں عبادت کی جائے، اور دن میں روزہ رکھا جائے(مسند احمد)

اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: رِبَاطُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَقِيَامِهٖ، وَإِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِىْ كَانَ يَعْمَلُهٗ، وَأُجْرِىَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ (مسلم، رقم الحديث ۱۹۱۳ "۱۶۳")

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دن اور رات پاسبانی کا ثواب، ایک ماہ کے روزوں اور ایک ماہ (رات) کے قیام (یعنی عبادت)

سے افضل ہے اور اگر پاسبانی کرنے والا فوت ہوگیا، تو اس کا وہ عمل (یعنی اس کا ثواب) جاری رہے گا، جو وہ (زندگی میں) کیا کرتا تھا اور اس کا رزق بھی (قبر میں) جاری کیا جائے گا اور اس کو قبر کے فتنہ (وآزمائش) سے محفوظ رکھا جائے گا (مسلم)

اور حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهٖ إِلَّا الْمُرَابِطَ، فَإِنَّهُ يَنْمُوْ لَهُ عَمَلُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ (سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ٢٥٠٠،باب فی فضل الرِّباط)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص کا عمل اس کے مرنے پر ختم کر دیا جاتا ہے، مگر مسلمانوں کے ملک کی پاسبانی (وچوکیداری) کرنے والے کا عمل قیامت تک برابر بڑھتا رہتا ہے، اور وہ قبر کے فتنہ (وعذاب) سے بھی محفوظ رہتا ہے (ابوداؤد)

اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَرْبَعٌ تَجْرِيْ عَلَيْهِمْ أُجُوْرُهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ: رَجُلٌ مَاتَ مُرَابِطًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ عَلَّمَ عِلْمًا فَاَجْرُهُ يَجْرِيْ عَلَيْهِ مَاعُمِلَ بِهٖ، وَرَجُلٌ اَجْرىٰ صَدَقَةً فَاَجْرُهَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ مَاجَرَتْ عَلَيْهِمْ، وَرَجُلٌ تَرَكَ وَلَدًا صَالِحًا يَدْعُوْ لَهُ (مسند احمد،رقم الحديث ٢٢٣١٨)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ چار طرح کے کام ایسے ہیں، کہ ان پر انسان کو فوت ہونے کے بعد برابر اجر وثواب ملتا رہتا ہے، ایک تو وہ شخص ہے کہ جو اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی حالت میں فوت ہوگیا، اور دوسرا شخص وہ ہے کہ جس نے کسی کو علم سکھایا، تو اس کا اجر سکھانے والے کو برابر ملتا رہے گا، جب تک اس علم پر عمل کیا جاتا رہے گا، اور تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے کوئی صدقہ جاریہ کیا، تو اس صدقہ کا اجر وثواب جب تک وہ جاری رہے گا، اس کو برابر ملتا رہے گا، اور چوتھا شخص وہ ہے کہ جس نے نیک صالح اولاد چھوڑی اور وہ اس کے لئے دعاء کرتی رہے (مسند احمد)

الجامعُ الصغیر کی شرح فیضُ القدیر میں ہے:

اختلف هل الأفضل الجهاد أم الرباط والحديث يدل على أن الرباط أفضل

لأنـه جعله الغاية التی ينتهی إليها أعمال البر والرباط بحقن دماء المسلمين والـجهـاد بسـفک دمـاء الـمشرکين فانظر ما بين الدمين حتی يصح لک أفضل العملين(فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج۴،ص۱۴ ،حرف الراء)

ترجمہ: اس میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ جہاد افضل ہے، یا مسلمانوں کے ملک کی (دشمنوں وفسادیوں سے) نگہبانی (وپاسبانی) افضل ہے، اور مذکورہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نگہبانی وپاسبانی افضل عمل ہے، کیونکہ اس کی طرف نیک اعمال کی انتہاء ہوتی ہے، اور پاسبانی مسلمانوں کے خون کی حفاظت کا سبب ہے، جبکہ جہاد، مشرکوں کے خون کو بہانے کا سبب ہے، پس تم دونوں کے خونوں کے درمیان فرق کو دیکھ لو، یہاں تک کہ تمہیں دونوں عملوں میں سے کونسے کا افضل ہونا صحیح معلوم ہوجائے (یعنی مسلمان کے خون کی حفاظت افضل ہے) (فیض القدیر)

اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے کہ:

هـی فـضل دائم من الله تعالی لأن أعمال البر لا يتمكن منها إلا بالسلامة من الـعـدو والتـحـرز مـنه ببيضة الدين وإقامة شعائر الإسلام وهذا العمل الذی يـجری عليه ثوابه هو ما عمله من الأعمال الصالحة (فيض القدير شرح الجامع الصغير،۵،ص۳۴،حرف الكاف)

ترجمہ: یہ (مسلمانوں کے ملک کی) پاسبانی ونگہبانی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دائمی ثواب کا ذریعہ ہے، کیونکہ نیک اعمال پر دشمنوں سے سلامتی وحفاظت کے ذریعہ ہی قدرت حاصل کی جاسکتی ہے، اور دین کے بیج کی دشمن سے حفاظت، اور اسلامی شعائر کو قائم کرنا، اس پاسبانی کے بغیر ممکن نہیں، اس لئے اس عمل کا ثواب بھی ان سب (مسلمانوں کے) نیک اعمال کے اعتبار سے جاری رہتا ہے (فیض القدیر)

اور جس طرح مجاہد کا اسلامی بیت المال سے وظیفہ ملنے، اور مالِ غنیمت کے حصول کی وجہ سے ثواب ضائع نہیں ہوتا، اور دین کی تعلیم دینے، اور اذان دینے اور نماز کی امامت کرنے پر وظیفہ اور تنخواہ ملنے سے اجر وثواب ضائع نہیں ہوتا، اسی طرح مسلمانوں کے ملک کی دشمنوں اور دہشت گردوں سے حفاظت ونگرانی اور پاسبانی کرنے والے کا بھی وظیفہ وتنخواہ ملنے سے اجر وثواب ضائع نہیں

ہوتا،اوراگران میں سے کسی کی نیت ہی مال ودولت حاصل کرنے کی ہو،تواس کی نیت کا معاملہ،اللہ کے ساتھ ہے،ہم خود سے علماء،خطباء،مدرسین ومعلمین اورمجاہدین اورحفاظتی دستوں اورسیکورٹی فورسز میں سے کسی کی نیت کےغلط ہونے کا حکم لگانے کا استحقاق نہیں رکھتے۔

اور ہر ایک کوعدل وانصاف کوملحوظ رکھنے کا حکم ہے،خواہ وہ اپنے،یا اپنے آباءواجداد واکابر کے خلاف ہو،یا دشمنوں کے خلاف ہو،محبت اورعداوت کی ہرحالت میں بندےاس کے مکلّف ہیں۔

سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ إِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ أَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوْا الْهَوٰى أَنْ تَعْدِلُوْا وَإِنْ تَلْوُوْا أَوْ تُعْرِضُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (سورة النساء، رقم الآية ١٣٥)

ترجمہ:اے ایمان والو!ہوجاؤتم بہت زیادہ قائم کرنے والے انصاف کو،گواہ بن کر اللہ کے لیے،اگرچہ تمہارے خلاف ہو،یا والدین کے،اوراقربا کے،اگر ہے،وہ غنی، یا فقیر،تو اللہ ان دونوں کے مقابلہ میں اولیٰ (ومقدم) ہے،پس خواہش کی اتباع نہ کرو تم،عدل وانصاف کرنے میں،اوراگر تم زبان لپیٹو گے (یعنی غلط بیانی کرکے ناانصافی کروگے) یا (عدل وانصاف سے) اعراض کروگے،تو اللہ تمہارے اعمال کا خبیر ہے (جس کا تم کوحساب دیناپڑے گا) (سورہ نساء)

اورسورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰى أَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورة المائدة، رقم الآية ٨)

ترجمہ:اے ایمان والو!ہوجاؤتم بہت زیادقائم کرنے والے،اللہ کے لئے گواہ بن کر، عدل (وانصاف) کو،اور ہرگز نہ ابھارے تم کو،کسی قوم کی دشمنی ، اس پر کہ عدل (وانصاف) نہ کروتم،عدل (وانصاف) کروتم،یہی زیادہ قریب ہے تقویٰ کے،اور تقویٰ اختیارکروتم اللہ سے،بے شک اللہ خبیر ہے،ان کاموں کا جو کرتے ہوتم (سورہ مائدہ)

درسِ قرآن(سورہ نساء: قسط:13،آیت نمبر17و18) مفتی محمد رضوان

قبل ازموت قبولیتِ ایمان وتوبہ کی تفصیل

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ، ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ ،فَاُولٰئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ، وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (17)وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ، حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ ،قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ،اُولٰئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (18) (سورة النساء)

ترجمہ: بس توبہ اللہ پر(قبول کرنے کا وعدہ)ان لوگوں کے لئے ہے،جنہوں نے عمل کیا برا، جہالت کی وجہ سے، پھرتوبہ کرلیں وہ قریب میں، پس یہی لوگ ہیں کہ توبہ قبول کرتا ہے،اللہ ان کی،اور ہے اللہ،علیم،حکیم(17)اورنہیں ہے توبہ اُن لوگوں کے لئے جوعمل کرتے ہیں، برے، یہاں تک کہ جب حاضر ہوجائے ان میں سے کسی کوموت،تو کہے وہ کہ بے شک توبہ کی میں نے اب،اور نہ ان لوگوں کی (توبہ ہے) جومرجائیں، اوروہ کفار ہوں،یہی لوگ ہیں کہ تیار کررکھا ہےہم نے ان کے لئے عذابِ الیم کو(18)

(سورہ نساء)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ جولوگ جہالت کی وجہ سے براعمل،یعنی کوئی گناہ کرلیں،پھر وہ قریب میں توبہ کرلیں،تو اللہ ،ان کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے،اوراللہ کی صفت علیم ہونا بھی ہے،اورحکیم ہونا بھی ہے،اس لئے اللہ،جوحکم بھی فرماتا ہے،وہ اس کےعلم وحکمت کی روشنی میں ہوتا ہے،پس نہ تو کوئی حقیقی،یعنی دل کی توبہ وندامت کرنے والا،اللہ کے علم سے باہر ہوتا،اگرچہ لوگوں کے علم میں نہ ہو،اور نہ ہی اللہ کے کسی حکم پر کسی کو

اعتراض، یا شبہ کی گنجائش ہے، بے شک کسی کو اللہ کے کسی حکم میں کوئی حکمت ومصلحت سمجھ میں آئے، یا نہ آئے، بہرحال اس میں اللہ کی کوئی نہ کوئی حکمت ومصلحت ہوتی ہے۔

جہاں تک جہالت سے گناہ کرنے کا تعلق ہے، تو جو شخص بھی دنیا میں گناہ کرتا ہے، تو وہ دراصل اللہ کی ناراضگی، اور آخرت کے عذاب کی حقیقت سے استحضار کی جہالت پر مبنی ہوتا ہے، ورنہ اگر اس کو اللہ کی ناراضگی اور اس گناہ کی وعید کا حقیقی استحضار ہوجائے، اور دنیا کے دھوکہ سے وہ نجات پاجائے، تو گناہ ہرگز نہ کرے۔

اور قریب سے، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، اور ہر انسان کے لئے موت، اور اس کے مخصوص آثار ظاہر ہونے سے پہلے کا وقت مراد ہے، اس کے بعد توبہ قبول نہیں کی جاتی۔

اسی لئے مذکورہ آیات میں سے دوسری آیت میں فرمایا گیا کہ جو لوگ برے اعمال، یعنی گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھیں، اور توبہ میں اتنی تاخیر کریں کہ موت کا وقت آن پہنچے، یا کفر کی حالت میں مرجائیں، یا سورج مغرب سے طلوع ہوجائے، پھر وہ توبہ کریں، تو ان تینوں قسم کے لوگوں کی توبہ قبول نہیں کی جاتی، اور ان کے لئے بہرحال اللہ نے دردناک عذاب کو تیار کر رکھا ہے۔

اگر وہ کافر ہو، تو اس کے لئے دائمی عذاب ہے، اور اگر مومن ہو، تو عارضی عذاب ہے، لیکن اللہ کی حکمت ومشیت ہو، تو اللہ مومن کو عذاب کے بغیر بھی معاف فرما سکتا ہے۔

قرآن مجید کی دوسری آیات، اور احادیث وروایات سے اس کی مزید تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ . فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُوْنَ (سورة غافر، رقم الآيات ٨٤، ٨٥)

ترجمہ: پھر جب دیکھا انہوں نے ہماری پکڑ کو، تو کہا انہوں نے کہ ایمان لائے ہم اللہ وحدہٗ پر، اور کفر کیا ہم نے ان چیزوں کا، جن کے ساتھ ہم شرک کیا کرتے تھے، پس نہیں نفع دیا اُن کو اُن کے ایمان نے، جب دیکھ لیا انہوں نے ہماری پکڑ کو، اللہ کی سنت وہی ہے، جو گزر چکی ہے اس کے بندوں میں، اور خسارہ پایا وہاں کافروں نے (سورہ غافر)

اس سے معلوم ہوا کہ موت سے پہلے، جب انسان کی جان نکلنے کا آخری وقت آن پڑے، اس وقت ایمان لانا، نفع مند نہیں۔

اسی وجہ سے موت کو قریب دیکھنے کے وقت فرعون کے ایمان لانے کو بھی قبول نہیں کیا گیا۔

قرآن مجید کی سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِى آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ (سورة يونس،رقم الآية ٩٠و ٩١)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب پالیا اس (فرعون) کو غرق نے، تو کہا اس نے کہ ایمان لے آیا میں، بے شک نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس اللہ کے جس پر ایمان لائے بنی اسرائیل، اور میں مسلمین میں سے ہوں، اب (اسلام لاتا ہے تو) اور نافرمانی کی تو نے پہلے، اور تھا تو فساد کرنے والوں میں سے (سورہ یونس)

اور سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حَتّٰى إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ .لَعَلِّيْ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (سورة المومنون، رقم الآيات ٩٩، ١٠٠)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب آتی ہے ان میں سے کسی کے پاس موت، تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! لوٹا دیجیے مجھے (دنیا کی طرف) تاکہ میں عمل کروں نیک، ان چیزوں میں، جن کو چھوڑ کر آیا میں (دنیا میں، اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے) ہرگز نہیں! بے شک یہ ایسا کلمہ ہے کہ یہ اس کا کہنے والا ہے، اور ان کے آگے برزخ ہے، اس دن تک کہ ان کو اٹھایا جائے گا (سورہ مومنون)

معلوم ہوا کہ موت کی آمد پر ایمان اور توبہ قبول نہیں۔

اور سورہ منافقون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ . وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا

وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ(سورة المنافقون،رقم الآية ١٠ و ١١)

ترجمہ:اور خرچ کرو تم،اس میں سے جو رزق دیا ہم نے تم کو،اس سے پہلے کہ آ جائے تم میں سے کسی کے پاس موت،پھر کہے وہ کہ اے میرے رب! کیوں نہیں موخر کیا تو نے مجھے قریب مدت تک،پس صدقہ کر دیتا میں اور ہو جاتا میں صالحین (اور نیک کاروں) میں سے،اور ہرگز موخر نہیں کرتا اللہ،کسی جان کو جب آ جائے،اس کی (موت کی) مدت،اور اللہ خبیر ہے ان کاموں کا جو کرتے ہو تم (سورہ منافقون)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٦١٦٠) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ،بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتا ہے،جب تک غرغرہ (یعنی نزع) کی کیفیت طاری نہ ہو (مسند احمد)

یعنی جب تک کہ موت حلق تک نہ پہنچ جائے،اس وقت تک توبہ کا راستہ کھلا رہتا ہے،اور ایمان بالغیب کا وقت ہوتا ہے،اس کے بعد موت کے فرشتے نظر آنے لگتے ہیں،اور ایمان بالغیب باقی نہیں رہتا،اس لئے اس حالت میں ایمان لانا،یا توبہ کرنا،معتبر نہیں ہوتا۔

اور فوت ہونے کے بعد تو توبہ کے قبول ہونے کی کوئی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی۔ [2]

حضرت ایوب سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو، يَقُولُ :مَنْ تَابَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِعَامٍ تِيبَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَابَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِيَوْمٍ تِيبَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَابَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِسَاعَةٍ تِيبَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ :إِنَّمَا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ :(إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ) الْآيَةَ قَالَ :إِنَّمَا أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(مسند ابى داود،للطيالسي،رقم الحديث ٢٣٩٨،أحاديث عبد الله بن عمرو بن العاص)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] البتہ بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ مومن کی گناہ سے توبہ کرنا،غرغرہ کی حالت میں بھی قبول کی جاتی ہے،کافر کی قبول نہیں کی جاتی،کیونکہ مومن کا اس وقت اور اس سے پہلے ایمان بالغیب موجود ہوتا ہے،جب کہ وہ واقعی مومن ہو،لیکن کافر کا اس سے پہلے ایمان بالغیب نہیں ہوتا،لیکن راجح قول وہی ہے،جو اوپر ذکر کیا گیا۔محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کوئی موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرلے، اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے، اور جو کوئی موت سے ایک دن پہلے توبہ کرلے، اس کی توبہ بھی قبول کی جاتی ہے، اور جو کوئی موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کرلے، اس کی توبہ بھی قبول کی جاتی ہے، میں نے عرض کیا کہ اللہ عزوجل تو (سورہ نساء میں) یہ فرماتا ہے کہ:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ.

آخر آیت تک؟ تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو تم سے وہ حدیث بیان کررہا ہوں، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے (مسند ابوداود طیالسی)

اس حدیث میں ایک ساعت پہلے سے بھی وہی حالت مراد ہے، جو گذشتہ حدیث میں بیان کی گئی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ الْعَبْدَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٦٠٧، كتاب القدر، باب: العمل بالخواتيم)

ترجمہ: بے شک بندہ جہنم والوں کا عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ جنت والوں میں سے ہوتا ہے، اور بندہ جنت والوں کا عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ جہنم والوں میں سے ہوتا ہے، اور بس اعمال کا دارومدار تو خاتموں پر ہوتا ہے (صحیح بخاری)

اور خاتمہ سے مراد، موت، یا اس کے قریب ہونے کی مخصوص حالت سے پہلے کا وقت مراد ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَابَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٧٠٣ "٤٣" كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورج کے اس کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کرلی، تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرمالے گا (اس کو دیکھنے کے بعد توبہ قبول نہیں فرمائے گا) (صحیح مسلم)

اور جس کا خاتمہ کفر وشرک پر ہو گیا، تو اس کے لئے نجات وتوبہ کا کوئی راستہ نہیں۔

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ (سورة النسآء، رقم الآية ۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ نہیں مغفرت فرماتا، اس کی کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ، اور مغفرت فرما دیتا ہے، اس کے علاوہ کی، جس کے لیے چاہتا ہے (سورہ نساء)

اور قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ . خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآيات ۱۶۱، ۱۶۲)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور مر گئے، اس حال میں کہ وہ کافر تھے، یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے، اور فرشتوں کی، اور تمام لوگوں کی۔ ہمیشہ رہیں گے یہ لوگ اس (لعنت اور اس کی وجہ سے عذاب) میں، نہیں ہلکا کیا جائے گا، ان سے عذاب کو، اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی (سورہ بقرہ)

اور سورہ بقرہ ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۱۷)

ترجمہ: اور جو پھر گیا تم میں سے اپنے دین سے، پھر وہ مر گیا اس حال میں کہ وہ کافر تھا، تو یہی لوگ ہیں کہ ضائع ہو گئے ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں، اور یہی لوگ جہنم والے ہیں، یہ اس (جہنم) میں ہمیشہ رہیں گے (سورہ بقرہ)

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدٰى بِهٖ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِيْنَ (سورة آل عمران، رقم الآية، ۹۱)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، ان میں سے کسی کی طرف سے زمین بھر کر سونے کو، اگرچہ وہ فدیہ دیں اس کا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے، اور نہیں ہوگا ان کے لیے کوئی مددکرنے والا (سورہ آلِ عمران)

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

هَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا تَأْوِيْلَهُ يَوْمَ يَأْتِيْ تَأْوِيْلُهُ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُوْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۵۳)

ترجمہ: نہیں انتظار کررہے وہ، مگر نتیجہ کا، جس دن آئے گا، اس کا نتیجہ، کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے بھلا دیا تھا، اس (دن) کو، اس سے پہلے، کہ یقیناً لائے تھے ہمارے رب کے رسول، حق کو، تو کیا ہیں ہمارے لیے شفاعت کرنے والوں میں سے، جو شفاعت کریں، ہمارے لیے، یا لوٹا دیا جائے ہمیں، پھر عمل کریں ہم، اس کے علاوہ جو عمل (پہلے) کیا کرتے تھے ہم۔ یقیناً نقصان کیا انہوں نے اپنی ذات کا، اور بھٹک گیا ان سے وہ کہ جو یہ جھوٹ باندھتے تھے (سورہ اعراف)

اور سورہ اعراف ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ. وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ (سورة الأعراف، رقم الآية ۴۰)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے تکذیب کی ہماری آیات کی، اور تکبر اختیار کیا، اُن (ہماری آیات) سے، نہیں کھولا جائے گا، ان کے لیے آسمان کے دروازوں کو، اور نہیں داخل ہوں گے وہ جنت میں، یہاں تک کہ داخل ہوجائے اونٹ، سوئی کے ناکے میں، اور اسی طریقہ سے بدلہ دیتے ہیں ہم مجرموں کو (سورہ اعراف)

اور سورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا

كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ. وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَائَكُمُ النَّذِيْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ نَصِيْرٍ (سورة فاطر، رقم الآيات ٣٦، ٣٧)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہیں قضاء آئے گی ان پر کہ وہ مرجائیں، اور نہیں ہلکا کیا جائے گا، ان سے اس (نارِ جہنم) کے عذاب کو، اسی طرح سے بدلہ دیتے ہیں ہم ہر کافر کو، اور وہ چلاّئیں گے اس (جہنم) میں، اے ہمارے رب! نکال دیجیے ہم کو، عمل کریں گے ہم نیک، اس کے علاوہ جو عمل کرتے تھے ہم (اللہ کی طرف سے جواب دیا جائے گا کہ) کیا نہیں عمر دی تھی، ہم نے تم کو اتنی کہ نصیحت حاصل کرلیتا، اس میں وہ، جو نصیحت حاصل کرتا، اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا، پس چکھو تم، پس نہیں ہے، ظالموں کے لیے کوئی مددگار (سورہ فاطر)

اور سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُوْنَ. قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (سورة المومنون، رقم الآيات ١٠٧، ١٠٨)

ترجمہ: (کفار جہنم میں جانے کے بعد کہیں گے کہ) اے ہمارے رب! نکال دیجیے ہمیں اس (جہنم) سے، پس اگر ہم نے دوبارہ (یہی کفر) کیا، تو بے شک ہم ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا (اللہ) کہ ذلیل ہوکر رہو تم اسی میں، اور نہ کلام کرو تم مجھ سے (سورہ مومنون)

اسی وجہ سے جس کی موت کفر و شرک پر واقع ہوگئی، اس کے لئے استغفار و شفاعت بھی نہیں۔

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُوْلِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ. وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ (سورة التوبة، رقم الآيات ١١٢، ١١٣)

ترجمہ: نہیں حق حاصل نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، یہ کہ وہ استغفار کریں مشرکین کے لیے، اگرچہ وہ ان کے انتہائی قریبی کیوں نہ ہوں، بعد اس کے کہ ظاہر

ہوجائے ان کے لیے یہ بات کہ وہ جہنم والے ہیں۔

اورنہیں تھا، استغفار، ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے،مگرایک وعدے کےطور پر، جس کا انہوں نے ان سے وعدہ کیا تھا، پھر جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان کا باپ اللہ کا دشمن (یعنی کافر) ہے،تو برائت ظاہر کردی (ابراہیم نے)ان سے (سورہ توبہ)

اورسورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ(سورة غافر،رقم الآية ۱۸)

ترجمہ:نہیں ہوگا ظالموں کے لیےکوئی (گرم جوش)حمایتی اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا،جس کی مانی جائے (سورہ غافر)

مذکورہ آیت میں ''ظالموں'' سے کفار مراد ہیں۔

اورسورہ مدثر میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ .حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِيْنُ .فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ(سورة المدثر، رقم الآيات ۴۶ الىٰ ۴۸)

ترجمہ:اور(کفار یہ بھی کہیں گے کہ) تھے ہم جھٹلاتے بدلے کے دن کو۔یہاں تک کہ آ گیا ہمارے پاس یقین۔پس نہیں نفع پہنچائے گی ، ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت (سورہ مدثر)

اورحضرت ابو الخلیل سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ:سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ، فَقُلْتُ لَهُ:أَتَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْكَ وَهُمَا مُشْرِكَانِ؟ فَقَالَ:أَوَلَيْسَ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيْمُ لِأَبِيْهِ وَهُوَ مُشْرِكٌ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ:(مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ)(سنن الترمذى، رقم الحديث ۳۱۰۱، أبواب تفسير القرآن، باب: ومن سورة التوبة)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو اپنے مشرک ماں باپ کے لئے استغفار کرتے ہوئے سنا،تو میں نے اس سے کہا کہ تم اپنے ماں باپ کے لئے استغفار کررہے ہو،حالانکہ وہ دونوں مشرک تھے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا

حضرت ابراہیم نے اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار نہیں کیا تھا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا، تو (سورہ توبہ کی) یہ آیت نازل ہوئی:

”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ“

”نہیں حق حاصل ہے نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ، یہ کہ وہ استغفار کریں مشرکین کے لیے“ (ترمذی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَلْقَى إِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُوْلُ لَهُ إِبْرَاهِيْم: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لاَ تَعْصِنِيْ، فَيَقُوْلُ أَبُوْه: فَاليَوْمَ لاَ أَعْصِيْكَ، فَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْم: يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ أَنْ لاَ تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِيْ الأَبْعَدِ؟ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: إِنِّيْ حَرَّمْتُ الجَنَّةَ عَلَى الكَافِرِيْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيْمُ، مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٣٣٥٠، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: واتخذ الله إبراهيم خليلا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن ملیں گے، اور آزر کے چہرے پر (اس وقت) سیاہی اور غبار چھایا ہوگا، تو ان سے حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا، ان کے باپ کہیں گے کہ اب میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا، تو حضرت ابراہیم کہیں گے کہ اے میرے رب! تو نے مجھ سے حشر کے دن مجھے رسوا نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا، پس اپنے باپ کی رسوائی سے بڑھ کر، کون سی رسوائی ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کردی ہے (اور یہ میرا اٹل فیصلہ ہے) پھر حضرت ابراہیم سے کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے تو وہ (اپنے باپ کو) ایک مذبوح خون میں لتھڑے ہوئے جانور کی شکل میں پائیں گے، پھر ان کے پیروں کو پکڑ کر جہنم میں ڈالا جائے گا (بخاری)

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

کلماتِ ''باقیات الصالحات'' کے فضائل (قسط3)

یہ کلمات، جنت کے خزانوں میں سے ہیں

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :قُلْهُنَّ قَبْلَ أَنْ يُحَالَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُنَّ، فَإِنَّهُنَّ الْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ وَإِنَّهُنَّ كَنْزُ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ :وَمَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ" (الدعاء، للطبرانی، رقم الحدیث ۱۶۹۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ یہ کلمات اس سے پہلے کہہ لو کہ آپ کے اور ان کلمات کے درمیان کوئی حائل پیدا کیا جائے، کیونکہ یہ ''باقیات الصالحات'' ہیں، اور یہ کلمات جنت کا خزانہ ہیں، میں نے عرض کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سبحان اللہ، اور الحمدللہ، اور لآالٰہ الااللہ اور اللہ اکبر'' ہیں (طبرانی)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۸۸۳، بَاب غَزْوَةِ خَيْبَرَ وفی بَاب الدُّعَاءِ إِذَا عَلَا عَقَبَةً)

ترجمہ: کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے (پر مشتمل کلمات) نہ

[1] قال الهيثمی: رواه الطبرانی بإسنادين فی أحدهما عمر بن راشد اليمامی، وقد وثق علی ضعفه، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۶۸۵۵، باب ما جاء فی الباقيات الصالحات ونحوه)

بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ہے(صحیح بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ؟ "قُلْتُ :بَلَى .قَالَ " :لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ "قَالَ ": أَحْسِبُهُ قَالَ " :يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَسْلَمَ عَبْدِي وَاسْتَسْلَمَ (مسند احمد، رقم الحديث ١٠٧٣٦) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے (پر مشتمل کلمات) نہ بتلادوں؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک بتادیجیے! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ہے، اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ (بندہ کے ان کلمات کے پڑھنے پر) اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرا بندہ (مجھ پر) اسلام لایا، اور اس نے (میرے لئے) سرِ تسلیم خم کیا (مسند احمد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ " :مَنْ قَالَ :سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، قَالَ اللَّهُ :أَسْلَمَ عَبْدِي وَاسْتَسْلَمَ (المستدرك للحاكم، رقم الحديث ١٨٥٠) [2]

ترجمہ: انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے ''سبحان اللہ، اورالحمدللہ، اورلآالٰــہ الااللہ اوراللہ اکبر، اورلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہا، تو اللہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ (مجھ پر) اسلام لایا، اور اس نے (میرے لئے)

[1] قال شعيب الأرنؤوط :إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الصحيح غير كميل بن زياد، فقد روى له النسائي في "عمل اليوم والليلة"، وهو ثقة(حاشية مسند احمد)

[2] قال الحاكم:...... هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

سرِ تسلیم خم کیا(مستدرک حاکم)

یہ کلمات، صدقہ، اور عظیم کا ثواب رکھتے ہیں

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ:يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِءُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى (صحيح مسلم،رقم الحديث ۷۲۰ ”۸۴“،باب فضل صلاة الصبح)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح تم میں سے (جسم کے) ہر جوڑ کے بدلے میں صدقہ واجب ہے، اور ہر تسبیح (یعنی سبحان اللہ) صدقہ ہے، اور ہر تحمید (یعنی الحمدللہ) صدقہ ہے، اور ہر تہلیل (یعنی لا الٰہ الا اللہ) صدقہ ہے، اور ہر تکبیر (یعنی اللہ اکبر) صدقہ ہے، اور امر بالمعروف صدقہ ہے، اور نہی عن المنکر صدقہ ہے، اور اس (ہر جوڑ کے واجب صدقہ) کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کفایت کر دیتی ہیں (مسلم)

عبدالملک بن میسرہ سے روایت ہے کہ:

اجْتَمَعَ ابْنُ مَسْعُودٍ ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو ، قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ :لَأَنْ أَقُول إِذَا خَرَجْت حَتَّى أَبْلُغَ حَاجَتِي سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ ، وَلا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْمِلَ عَلَى عَدَدِهِنَّ مِنَ الْجِيَادِ فِي سَبِيلِ اللهِ ، وَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو :لَأَنْ أَقُولَهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُنْفِقَ عَدَدَهُنَّ دَنَانِيرَ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ (مصنف ابن ابی شیبة،رقم الحديث ۳۰۳۵۰،ما قالوا فِي الرّجلِ إذا بخِل بِمالِهِ أو جبن عنِ العدوّ ، وعنِ اللّيلِ أن يقومه ما يدعو بِهِ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود، اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جمع ہوئے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جب میں اپنے کسی کام کو پورا کرنے کے لئے نکلوں، تو

مجھے یہ کہنا کہ:

”سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ، وَلا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَر“

زیادہ پسند ہے،اس کے مقابلہ میں کہ میں ان کی تعداد کے برابر عمدہ چیزیں اللہ کے راستہ میں خرچ کروں۔اور حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کہ مجھے ان کلمات کا کہنا زیادہ پسند ہے،اس کے مقابلہ میں کہ میں ان کی تعداد کے برابر اللہ عزوجل کے راستہ میں سونے کے دینار خرچ کروں(ابنِ ابی شیبہ)

یہ کلمات،اُحد پہاڑ سے بھی عظیم اجروثواب کا باعث ہیں

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :أَیَعْجِزُ أَحَدُکُمْ أَنْ یَعْمَلَ کُلَّ یَوْمٍ مِثْلَ أُحُدٍ؟ قَالُوا :یَا رَسُولَ اللہِ، وَمَنْ یَسْتَطِیعُ أَنْ یَعْمَلَ؟ قَالَ :کُلُّکُمْ یَسْتَطِیعُہُ قَالُوا :وَمَا ذَاکَ یَا رَسُولَ اللہِ؟ قَالَ :سُبْحَانَ اللہِ أَعْظَمُ مِنْ أُحُدٍ، وَلَا إِلَہَ إِلَّا اللہُ أَعْظَمُ مِنْ أُحُدٍ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ أَعْظَمُ مِنْ أُحُدٍ، وَاللہُ أَکْبَرُ أَعْظَمُ مِنْ أُحُدٍ(السنن الکبریٰ،للنسائی،رقم الحدیث ۱۰۶۰۴)

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی اس چیز سے عاجز ہے کہ وہ ہر دن میں احد پہاڑ کے برابر عمل کرے؟لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اس عمل کی کون طاقت رکھ سکتا ہے؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب اس کی طاقت رکھتے ہو،لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول وہ کیسے؟تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ”سبحان اللہ،احد پہاڑ سے زیادہ عظیم ہے،اور لآالٰہ الا اللہ احد پہاڑ سے زیادہ عظیم ہے،اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ ،احد پہاڑ سے زیادہ عظیم ہے،اور الحمدللہ،احد پہاڑ سے زیادہ عظیم ہے،اور اللہ اکبر،احد پہاڑ سے زیادہ عظیم ہے(سنن کبریٰ نسائی)

(جاری ہے......)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

شیخ سے مناسبت اورادب کی اہمیت وضرورت

(10-محرم-1448ھ)

اصلاح کے باب میں شیخ ومصلح سے مناسبت کا ہونا،اور شیخ کے ادب واحترام کا ملحوظ رکھنا،اصلاح کے لئے نہایت ضروری ہے،آج کل اس سلسلہ میں کوتاہی ولاپرواہی کی وجہ سے بہت سے لوگ سالہا سال کسی شیخ سے اصلاحی تعلق قائم رکھنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ محروم رہتے ہیں،اوراس کے نتیجہ میں خود بھی اپنا وقت ضائع کرتے ہیں،او دوسرے کا بھی وقت ضائع کرنے کا سبب بنتے ہیں، بلکہ بعض اوقات سخت نقصان بھی اٹھاتے ہیں،البتہ کسی فقہی وعلمی مسئلہ میں شیخ سے ادب کے ساتھ اختلاف ایک الگ قضیہ ہے،اس لئے اس اہم مسئلہ کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(1)......''شیخ سے مناسبت کی کمی، اعمال کے تساہل سے نہیں ہوتی، بلکہ بات کے نہ سمجھنے سے، یا نہ ماننے سے ہوتی ہے'' (ملفوظات حکیم الامت، ج ۲۱،انفاسِ عیسیٰ،حصہ اول،ص ۲۵،بابِ اول،آدابِ شیخ ومرید،مطبوعہ:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،اشاعتِ اول:محرم۱۴۲۲ھ)

(2)......شیخ کی ناراضی وتکدر سے گو آخرت میں مواخذہ نہ ہو، کیونکہ وہ نبی نہیں ہے، جس کی ناراضی سے گناہ ہو،مگر تجربہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو دنیا میں کبھی چین نصیب نہیں ہوتا (انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۱۳،مطبوعہ:ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ،ملتان،اشاعتِ اول:محرم۱۴۲۲ھ)

(3)......علامت مناسبت کی یہ ہے کہ شیخ کی کسی بات پر کوئی اعتراض بدرجہ انقباض نہ ہو (انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۳۲)

(4)......طریقِ باطن میں اعتراض اس قدر برا ہے کہ بعض اوقات کبائر سے برکات

منقطع نہیں ہوتے،مگراعتراض سے فوراً منقطع ہوجاتے ہیں،اس طریق میں یاتو کامل اتباع کرے،ورنہ علیٰحدگی اختیار کرے (انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۴۹)

(5)...... شیخ کے ساتھ گستاخی سے پیش آنے والا، برکاتِ باطنی سے محروم ہوجاتا ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ شیخ کے ساتھ جونسبت ہے،کیاوہ بھی قطع ہوجاتی ہے؟ فرمایا کہ ہاں شیخ کے ساتھ جونسبت ہے،وہ بھی قطع ہوجاتی ہے،گستاخی بڑی خطرناک چیز ہے،گو معصیت نہیں ہے،مگر خاص اثر اس کا معصیت سے بھی زیادہ ہے،اس طریق میں سب کوتاہیوں کا تحمل ہوجاتا ہے،مگراعتراض اور گستاخی کا نہیں ہوتا (انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۵۱)

(6)...... اگر کسی کو اپنے شیخ سے نفع، یا مناسبت نہ ہو،تو دوسرے سے رجوع کرسکتا ہے، لیکن اپنے شیخ سے بدعقیدہ ہرگز نہ ہونا چاہیے (انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۵۳)

(7)...... اگر شیخ کے خلاف اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہوں،تو سمجھ لے کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں،اور اس کو بلا اِس کی دل آزاری کئے چھوڑ دے، کیونکہ نفع کا مدار یکسوئی اور شیخ کے ساتھ حسنِ اعتقاد پر ہے،اور اعتراضات اور شبہات کی صورت میں کہاں،لہٰذا اس کو چھوڑ دینا مناسب ہے،لیکن گستاخی عمر بھر نہ کرے، کیونکہ اول اول راہ پر تو اسی نے ڈالا ہے،اور اس معنیٰ کر وہ محسن ہے، یہاں تک کہ اگر وہ ایسے امور کا مرتکب ہو، جو بظاہر خلافِ سنت ہوں،لیکن اس میں اجتہاد کی گنجائش ہو،خواہ بعید ہی سہی، پھر بھی گستاخی نہ کرے (انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۷۸)

(8)...... تعلقِ ارادت قائم کرلینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا،تو خاص طور سے زیادہ موجبِ وبال ہوتا ہے (انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۸۵)

(9)...... شیخ کے قلب کو مکدر کرنے ،اور مکدر رکھنے کا، طالب پر یہ وبال ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیتِ قلب کبھی میسر نہیں ہوتی،اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے (انفاسِ عیسیٰ،حصہ دوم،ص۸۶)

(10)...... ہر شخص کو ہر شخص اچھا نہیں بنا سکتا،اور اصلاح کا دار و مدار ہے،مناسبت

پر، ممکن ہے کہ ایک شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو، اور دوسرے سے مناسبت ہو، لہٰذا ہر شخص کو اپنی اصلاح کے لیے اسی کے پاس جانا چاہیے، جس سے مناسبت ہو، لیکن وہ ہو محقق (انفاسِ عیسیٰ، حصہ دوم، ص۱۲۴)

(11)...... کسی کی تربیت اپنے ذمہ اس وقت تک نہ لینی چاہیے، جب تک اپنے دل کو اس سے اتنا کھلا ہوا نہ پائے کہ اگر خود اس کی ذات کو نالائق نہ کہہ سکے، تو کم از کم اتنا تو کہہ سکے کہ آپ کی یہ حرکت بڑی نالائق تھی، ورنہ پھر اس کو اس تعلّق سے فائدہ ہی کیا پہنچ سکتا ہے (انفاسِ عیسیٰ، حصہ دوم، ص۱۲۵)

(12)...... اس راہ میں ناشکری بہت ہی مضر ہے، یہ طریق بس بالکل ادب ہی ادب ہے، سارے طریق کا خلاصہ بس ادب ہے، بے ادبی سے بڑھ کر اس طریق میں کوئی چیز مضر نہیں، یہاں تک کہ بعض حیثیتوں سے معصیت بھی اتنی مضر نہیں، کیونکہ معصیت کا تعلّق ایسی ذات سے ہے، جو انفعال سے پاک ہے، اور بے ادبی کا تعلّق شیخ سے ہے، جو بشر ہے، اور اس کو بے ادبی سے تکدّر ہوتا ہے، جو مرید کے حق میں سمِّ قاتل ہے (انفاسِ عیسیٰ، حصہ دوم، ص۱۲۶)

(13)...... بزرگوں کے ساتھ سوءِ ظن، بعض اوقات سوءِ خاتمہ کا سبب ہو جاتا ہے، ورنہ برکات سے محرومی تو ضرور ہو جاتی ہے (انفاسِ عیسیٰ، حصہ دوم، ص۱۲۷)

(14)...... اختلافِ آراء مسائل کی صورت میں اعتراض کرنا، شرعاً مذموم نہیں سمجھا گیا ......لیکن یہ (سلف کا باہمی اختلاف) اسی حد تک تھا، جہاں تک اختلافِ رائے کا تعلق تھا، اور جب نفسِ ذات پر نظر جاتی تھی، تو وہی اصل ارتباط معلوم ہوتا تھا (اشرفُ السوانح جلد۳، صفحہ۱۹۷، مضمونِ سابع "تتمۃ اولیٰ حکایات الشکایات" مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت ۱۴۱۴ ہجری)

معلوم ہوا کہ اپنے اکابر اور بڑوں سے ادب واحترام کے ساتھ اجتہادی مسائل میں اختلاف نقصان دہ نہیں، لیکن بے ادبی و گستاخی نہایت مضر اور نقصان دہ ہے۔

اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

علم کے مینار (امت کے علماء وفقہاء: قسط66) مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (چوالیسواں حصہ)

البیان و التحصیل:

’’البیان و التحصیل ‘‘مشہور مالکی فقیہ’’ابو الولید ابن رشد القرطبی ‘‘(متوفی:520ھ) المعروف’’ابن رشد الجد ‘‘ کی تالیف کردہ ہے، جومشہور مالکی فقیہ وفلسفی ابن رشدالحفید (متوفی: 595ھ)’’صاحبِ بدایۃ المجتہد‘‘ کے دادا تھے۔

’’البیان و التحصیل ‘‘اگرچہ’’مختصر خلیل، التلقین‘‘اورعلامہ ابن عبدالبرقرطبی کی’’الکافی‘‘ کی طرح ایک مختصر متن نہیں، مگر پھر بھی اس کا شمار مالکی فقہ کی عظیم ترین اور بنیادی کتابوں میں ہوتا ہے، جس کا پورا نام’’البیان والتحصیل والشرح والتوجیہ والتعلیل لمسائل المستخرج ‘‘ہے۔

یہ کتاب دراصل’’المستخرجۃ‘‘جس کو’’العتبیۃ‘‘ بھی کہا جاتا ہے، کی شرح ہے، جوکہ مالکی فقیہ و محدث محمد بن احمد العتبی (متوفی:255ھ) کی امام مالک اوران کے اصحاب کی جمع کردہ فقہی روایات کا مجموعہ ہے، اور’’المدوّنہ، الاسدیہ، الواضحہ‘‘ کی طرح’’المستخرجہ العتبیہ‘‘ کو بھی مالکی مسلک کی امہات الکتب میں شمار کیا گیا ہے، جن پر بعد کے علماء نے شروح وحواشی لکھے۔

چنانچہ’’البیان والتحصیل‘‘ کا شمار بھی ان عظیم شروحات میں ہوتا ہے، جس میں ابن رشد الجد نے ’’المستخرجۃ‘‘ میں مذکور مسائل کی تشریح، توجیہ، تعلیل اور فقہی تحقیق کے ساتھ یہ شرح لکھی، اوراس کام میں آپ کے کئی سال صرف ہوئے، حتیٰ کہ آپ نے علمی فراغت کے لیے منصبِ قضاء سے بھی علیحدگی اختیار کی، اور517ھ کے قریب اس عظیم کتاب کو مکمل کیا۔

جس کی بناء پر’’البیان والتحصیل‘‘ مالکی مذہب کا ایک ایسا بنیادی ماخذ شمار ہوتی ہے کہ جس میں فقہی روایات اوراقوال نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے دلائل، علتیں اورترجیحات بھی بیان کی گئی ہیں، جس

کی وجہ سے مذکورہ کتاب میں مالکی فقہ کے اندر اختلافی مسائل کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ ہے، اور متقدمین مالکیہ کے بہت سے ایسے اقوال اس میں محفوظ ہیں، جو دوسری کتابوں میں ناپید یا منتشر ہیں، اور فقہی استدلال اور فروعات کی تخریج کے اعتبار سے بھی یہ بے حد اہم ہے، بعض اہلِ علم کے نزدیک المدوّنہ اور البیان والتحصیل مالکی فقہ کے اہم ترین مصادر میں سے ہیں، خصوصاً متقدمین کے اقوال میں۔ [1]

بدایۃ المجتہد:

یہ کتاب ''**ابو الولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی المعروف ابن رشد الحفید** (متوفی 595ھ) کی ایک شاہکار فقہی تصنیف ہے، کتاب کا پورا نام ''**بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد** '' ہے، جس کا شمار ''فقہ المقارن'' یعنی (Comparative Fiqh) کی سب سے مشہور اور مؤثر کتابوں میں ہوتا ہے، جس میں ابن رشد نے صرف ایک فقہی مذہب بیان نہیں کیا، بلکہ مختلف ائمہ و مذاہب کے اقوال، دلائل، اسبابِ اختلاف اور راجح موقف پر گفتگو کی ہے۔

کتاب کا مقصد خود ابن رشد کتاب کے مقدمہ میں واضح کرتے ہیں کہ ان کا مقصد ایسے طالبِ علم کو فقہی بصیرت دینا ہے، جو محض اقوال یاد کرنے کے بجائے یہ سمجھنا چاہتا ہو کہ فقہاء کے درمیان اختلاف کیوں پیدا ہوا، اور ہر رائے کی بنیاد کیا ہے، اسی لیے کتاب کا نام ''**بدایۃ المجتہد** '' رکھا گیا، یعنی ''مجتہد بننے کے سفر کا آغاز''۔

''**بدایۃُ المجتہد** '' کو علمی دنیا کی جامع اور نہایت وقیع کتاب ہونے کا شرف حاصل ہے، جو کہ اکثر مدارس و جامعات میں نصاب کا حصہ ہے، اس کی بڑی وجہ اس کتاب کا اندازِ بیان ہے، اس کے مضامین کی ترتیب دیگر کتبِ فقہ سے بالکل مختلف ہے، مثلاً عبادات کے بعد ''کتابُ الجہاد'' کو ''کتابُ الایمان'' اور ''کتابُ المعاملات'' سے مقدم رکھا ہے۔

دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے سے اجتہاد کی قوت اور ذہنی استعداد میں اضافہ

---

[1] اگر ''التلقین'' قاضی عبدالوہاب کی فقہی متن ہے، اور المعونۃ اس کی نسبت ایک مفصل کتاب ہے، تو ''البیان والتحصیل'' مالکی فقہ کے استدلالی اور تحقیقی ذخیرے کا ایک وسیع خزانہ ہے، جس سے بعد کے مالکی فقہاء جیسے ابن عبدالبر قرطبی، ابن رشد الحفید، ابواسحاق خلیل اور حطاب وغیرہ نے استفادہ کیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں ''البیان والتحصیل'' کو علمی تحقیق کے ساتھ شائع کیا گیا ہے، جو کہ اٹھارہ جلدوں پر مشتمل متن، اور اضافی فہارس سمیت تقریباً بیس (20) مجلدات پر مشتمل ہے، اور انٹرنیٹ اور مطبوعہ شکل میں بآسانی دستیاب ہے۔

ہوتا ہے، عام طور پر کتبِ فقہ میں ہر طرح کے فروعی مسائل کو جمع کر دیا جاتا ہے، لیکن ان کے پڑھنے والے کے لیے یہ معلوم کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کون سا فرعی مسئلہ کس اصول کے تحت مستنبط کیا گیا ہے، اور اس کے بنیادی اصول و مآخذ کیا ہیں، اور کیا بیان کردہ مسئلہ کا کوئی مخالف پہلو بھی ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو اسے کس اصول سے اخذ کیا جائے گا؟

لیکن علامہ ابنِ رشد قرطبی نے اپنی مذکورہ تالیف میں سب سے پہلے تو اس مقلدانہ طرز کو ترک کر کے ایک نیا اسلوب بیان اختیار کیا، جس میں آپ سب سے پہلے کسی بھی مسئلہ پر تمام فقہاء کی آراء اور دلائل کو پیش کرتے ہیں، اس کے بعد سببِ اختلاف کا ذکر کرتے ہیں، اور ساتھ ساتھ مذکورہ مسئلہ کے موافق ومخالف، دونوں پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں، اس کے بعد ہر ایک مذہب کے تائیدی دلائل بیان کرتے ہوئے راجح موقف اور ترجیحی مذہب کی نشاندہی کرتے ہیں، اگرچہ بہت سی جگہوں پر آپ نے صرف دلائل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے، اور اگر ان کو بیان کردہ مسائل میں سے کسی ایک سے بھی اتفاق نہ ہوتا، تو انہوں نے اپنا اجتہاد پیش کر کے اس کو دلائل سے واضح کیا ہے، اور بعض جگہوں پر راجح موقف کا فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا ہے، اور اس طرح معروف اور غیر معروف ہر قسم کے ائمہ کے مذاہب اس کتاب میں موجود ہیں، جس سے ابنِ رشد کی وسعتِ نظر کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔

مصنف اگرچہ خود مالکی المسلک ہیں، لیکن کسی بھی موقع پر جانبدار نظر نہیں آتے، جبکہ ابنِ رشد سے قبل بہت سے اہلِ علم اور اکثر کتبِ فقہ کے مصنفین اپنے امام کی رائے کی لازماً تائید کرتے تھے، اور اپنے امام کے قول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کے رطب و یابس دلائل فراہم کیے جاتے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہر فریق اپنے اپنے امام کے مسلک کے ساتھ مقید اور چمٹا رہتا، اور ان کے ذہنوں میں ایسا جِلا پیدا نہ ہوسکا کہ وہ خالی الذہن ہر کو یہ فیصلہ کرسکیں کہ کس امام کی رائے زیادہ صواب، اور کس کی رائے خطاء پر مبنی ہے؟

لیکن علامہ ابنِ رشد قرطبی نے یہ کتاب لکھ کر اس روش کو بدل ڈالا، غور وفکر کرنے کا ایک نیا انداز فراہم کیا، اندھی اور کورانہ تقلید کے انداز کو تہ وبالا کر دیا۔ اسی وجہ سے ''بدایۃ المجتہد'' کو دوسرے مسالک میں بھی قابلِ اعتناء سمجھا گیا ہے، اور ہر دور کے علماء وفقہاء اس سے علمی استفادہ کرتے آئے ہیں، اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

تذکرۂ اولیاء حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (قسط:3) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں تدوینِ قرآن (حصہ:1)

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی وہ ابدی کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ربِ ذوالجلال نے اپنے ذمہ لی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ(الحجر رقم الآية ٩)

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے، اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہ محض ایک وعدہ نہیں بلکہ تاریخِ انسانیت کا وہ عظیم ترین واقعہ ہے جس کی عملی تعبیر خلافتِ راشدہ کے دور میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں سامنے آئی۔اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآنِ کریم کو منتشر صحائف سے جمع کر کے ایک مصحف میں محفوظ فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی قرائت اور کتابت کو پوری امت کے لیے متحد کر کے اختلاف کا وہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا جس سے قرآن کے بارے میں امت کی وحدت پارہ پارہ ہو سکتی تھی۔اس اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہ کا یہ کارنامہ صرف ایک انتظامی اقدام نہیں بلکہ حفاظتِ قرآن کی الٰہی سنت کا ایک عظیم مظہر ہے، جس پر امتِ مسلمہ ہمیشہ ان کی احسان مند رہے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں قرآنِ کریم متعدد صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا اور مختلف اشیاء مثلاً کھجور کی چھال، باریک پتھروں، چمڑے، ہڈیوں اور کاتبینِ وحی کے قرطاس پر بھی لکھا جاتا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے تھے، جبکہ آخری رمضان میں دو مرتبہ دور ہوا۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن جبريل كان يعارضني القرآن كل سنة مرة، وإنه عارضني العام مرتين، ولا أراه إلا

حضر أجلي، وإنک أول أهل بيتي لحاقا بي(صحيح البخاری رقم ٣٦٢٤)

ترجمہ: جبرئیل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے تھے، اور اس سال دو مرتبہ کیا

یہی وہ آخری عرضہ نبوی تھا جس پر قرآن کی ترتیب مستقر ہوئی اور بعد کے تمام مصاحف اسی ترتیب پر قائم ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب جنگِ یمامہ میں حفاظِ قرآن کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر حفاظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن کا کوئی حصہ لوگوں کے سینوں سے مفقود نہ ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کو ایک جامع مصحف میں جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ اليَمَامَةِ، فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ عِنْدَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ: إِنَّ القَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ اليَمَامَةِ بِقُرَّاءِ القُرْآنِ، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ القَتْلُ بِالقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ القُرْآنِ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ القُرْآنِ، قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ عُمَرُ: هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِکَ، وَرَأَيْتُ فِي ذَلِکَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ، قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّکَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لاَ نَتَّهِمُکَ، وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَتَبَّعِ القُرْآنَ فَاجْمَعْهُ، فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ القُرْآنِ(صحيح البخاری ٤٦٧٩)

ترجمہ: یمامہ کی جنگ میں شہداء کی خبر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ جب میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یمامہ کی جنگ میں قرآن کے بہت سے حفاظ شہید ہو گئے ہیں، اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر مختلف مقامات پر ہونے والی آئندہ جنگوں میں بھی حفاظِ قرآن اسی طرح شہید ہوتے رہے تو قرآنِ کریم کا ایک بڑا حصہ (حفاظ کے انتقال کی وجہ سے) ضائع ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآنِ مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم صادر فرمائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں

www.idaraghufran.org

نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہا آپ ایسا کام کیسے کرسکتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! یہ کام سراسر خیر اور مصلحت پر مبنی ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عمر مسلسل مجھے اس معاملے میں سمجھاتے اور اپنی رائے پیش کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا، اور میں بھی اسی رائے پر مطمئن ہو گیا جسے عمر نے اختیار کیا تھا۔حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ ایک جوان، صاحبِ عقل وفہم اور امانت دار شخص ہیں، ہم آپ پر کسی قسم کا شبہ نہیں کرتے ، اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی بھی لکھا کرتے تھے۔لہٰذا اب آپ قرآنِ مجید کو جمع کریں (یعنی اس کی تمام تحریری صورتوں کو جمع کریں)اور اسے ایک مصحف میں مرتب کر دیں۔حضرت زید فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر مجھے پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑ کو اپنی جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو وہ میرے لیے اتنا بھاری نہ ہوتا جتنا آپ کا قرآن کریم جمع کرنے کا یہ حکم بھاری محسوس ہوا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام قرآن کے ایک ایک حرف کے بارے میں کس قدر محتاط تھے اور کوئی کام محض رائے سے نہیں بلکہ انتہائی تحقیق کے بعد انجام دیتے تھے۔وقت گزرتا گیا۔اسلام عرب کی سرحدوں سے نکل کر عراق، شام، مصر، آرمینیا، آذربائیجان، خراسان اور افریقہ تک پہنچ گیا۔مختلف قبائل کے نومسلم افراد اپنے اپنے اساتذہ سے قرآن سیکھتے تھے، اور چونکہ قرآن سات احرف پر نازل ہوا تھا، اس لیے بعض مقامات پر مختلف لہجوں سے واقفیت نہ رکھنے والے لوگ ایک دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دینے لگے۔اس اختلاف کی شدت اس وقت نمایاں ہوئی جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذربائیجان کے محاذ سے واپس مدینہ پہنچے۔انہوں نے دیکھا کہ اہلِ شام حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرائت پڑھ رہے ہیں جبکہ اہلِ عراق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرائت اختیار کیے ہوئے ہیں، اور ہر گروہ دوسرے کی قرائت پر اعتراض کر رہا ہے۔ (جاری ہے............)

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

سچائی کا انعام

پیارے بچو! راولپنڈی کے ایک پرانے محلے میں چار دوست رہتے تھے۔ احمد، حمزہ، بلال اور سعد۔ یہ سب ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے اور روزانہ شام کو محلے کے پارک میں کھیلتے تھے۔ ایک دن کھیلتے کھیلتے احمد کو پارک کے بینچ کے نیچے ایک خوبصورت بٹوا ملا۔ اس کے اندر کچھ رقم، شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات موجود تھے۔ باقی دوستوں نے مختلف مشورے دیے، مگر احمد نے کہا:

”یہ کسی کی امانت ہے، ہمیں اسے اس کے اصل مالک تک پہنچانا چاہیے۔“

چاروں دوست بٹوے میں موجود شناختی کارڈ پر درج پتے کی مدد سے مالک کے گھر پہنچ گئے۔ دروازہ کھٹکھٹانے پر ایک بزرگ شخص باہر آئے۔ جیسے ہی انہوں نے اپنا بٹوا دیکھا، ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ بٹوے میں ان کی دوائیوں کے پیسے اور اہم کاغذات تھے، جن کے گم ہونے سے وہ بہت پریشان تھے۔ انہوں نے بچوں کا دل سے شکریہ ادا کیا اور ان کے لیے ڈھیروں دعائیں کیں۔

بزرگ نے بچوں کو انعام کے طور پر کچھ رقم دینی چاہی، مگر احمد نے ادب سے کہا:

”انکل! ہمیں انعام نہیں چاہیے، آپ کی خوشی اور دعائیں ہی ہمارے لیے کافی ہیں۔“

بزرگ ان کی دیانت داری اور اعلیٰ اخلاق سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے اگلے دن اسکول کے پرنسپل سے ملاقات کی، جہاں اسمبلی میں ان چاروں بچوں کی ایمانداری کو سراہا گیا اور انہیں تعریفی اسناد دی گئیں۔

اس دن کے بعد پورے محلے میں احمد، حمزہ، بلال اور سعد کی مثال دی جانے لگی۔

پیارے بچو! یہ کہانی سبق دیتی ہے کہ ایمانداری، سچائی اور امانت داری انسان کو ہمیشہ عزت دلاتی ہیں، جبکہ دوسروں کا حق واپس کرنا اللہ تعالیٰ کی رضا اور لوگوں کی محبت کا سبب بنتا ہے۔ یہی خوبیاں ایک اچھے مسلمان اور بہترین شہری کی پہچان ہیں۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط104) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ:22)

خواتین کے لیے بال کاٹنے کے حوالے شرعاً کیا حکم ہے، اکثر خواتین اس بارے میں پوچھتی رہتی ہیں، آیا یہ حرام ہے جائز ہے، یا مکروہ ہے؟، اس سلسلے میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

خواتین کا سر مونڈنا

اسلام نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے فطری زینت اور امتیازی اوصاف کی حفاظت کا حکم دیا ہے، اسی بنا پر شریعت نے عورت کو بلاضرورت اپنے سر کے بال مکمل طور پر مونڈنے (حلق کرانے) سے منع فرمایا ہے۔ اس مسئلے پر متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

أنا بریء ممن برء منه رسول الله صلى الله عليه وسلم، إن رسول الله صلى الله عليه وسلم: برء من الصالقة والحالقة والشاقة (صحيح بخاری ۱۲۹٦،)

ترجمہ: میں اس سے برائت (لاتعلقی) کا اظہار کرتا ہوں، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برائت (لاتعلقی) اختیار کی، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بَین کرنے والی، سر مونڈھنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی عورت سے برائت ظاہر کی (بخاری)

برائت ظاہر کرنے کا مطلب یہی ہے، کہ اپنی نسبت اور تعلق کو ختم کر دیا، اور خود سے دور فرما دیا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تحلق المرأة رأسها (سنن ترمذی، ۹۱۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کو سر مونڈنے سے منع فرمایا ہے (ترمذی)

اسی طرح کی روایات حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہیں۔

ان جیسی احادیث کو بنیاد بناتے ہوئے جمہور فقہاء نے عورت کے لیے سر منڈانا ممنوع قرار دیا ہے، بلکہ حنفی فقہ کی متعدد کتب میں خواتین کے اس عمل کو مثلہ یعنی شکل وصورت بگاڑنا قرار دیا گیا ہے، چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب ''المبسوط'' میں ہے:

ولأن الحلق في حقها مثلة، والمثلة حرام، وشعر الرأس زينة لها كاللحية للرجل (المبسوط،ل"شمس الأئمة السرخسي"،كتاب المناسك ،جلد۴ص ۳۳)

ترجمہ: اس لیے کہ حلق اور سر مونڈنا عورت کے حق میں مثلہ ہے، اور مثلہ کرنا حرام ہے، اور عورت کے سر کے بال اس کی خوبصورتی کا حصہ ہیں، جیسے مرد کے لیے ڈاڑھی (مبسوط)

اور فقہ حنفی کی کتاب ''الھدایہ فی شرح بدایۃ المبتدی'' میں ہے:

ولأن حلق الشعر في حقها مثله كحلق اللحية في حق الرجل (كتاب الحج ، ج ۱ ص ۱۴۹)

ترجمہ: (عورت کا سر مونڈنا اس لیے منع ہے) کہ عورت کے حق میں بال مونڈنا مثلہ ہے، بالکل ایسے ہی جیسے مرد کے لیے ڈاڑھی مونڈنا (ھدایہ)

فقہ حنفی کے علاوہ دیگر مسالک میں بھی عورت کے لیے سر مونڈنے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

ضرورت اور علاج کی غرض سے سر مونڈنا

اصل حکم تو یہی ہے کہ عورت کے لیے بلا ضرورت سر کے بال مونڈنا ممنوع ہے، جیسا کہ احادیث میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ البتہ شریعت کا ایک مسلم اصول یہ بھی ہے کہ ضرورت، شدید حاجت یا علاج کی صورت میں بعض ممنوع امور کی اجازت دی جاتی ہے۔ اسی بنا پر اگر کسی عورت کو

ایسا طبی عذر لاحق ہوجائے کہ بال باقی رکھنے سے علاج ممکن نہ ہو یا شدید نقصان کا اندیشہ ہو، تو بقدرِ ضرورت سر کے بال مونڈنے کی گنجائش ہوگی، چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب ''البحر الرائق شرح کنز الدقائق'' میں ہے:

و إذا حلقت المرأة شعر رأسها فإن كان لوجع أصابها فلا بأس به.

ترجمہ: اور اگر عورت اپنے سر کے بال مونڈ دے، تو اگر یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (البحر الرائق)

اور ''المحیط البرھانی'' میں ہے

وإذا حلقت المرأة شعرها؛ فإن حلقت لوجع أصابها فلا بأس به، وإن حلقت تشبها بالرجال فهو مكروه، وهي ملعونة على لسان صاحب الشرع.

ترجمہ: اور جب عورت اپنے بال مونڈ دے تو اگر یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اور اگر اس نے مردوں سے مشابہت اختیار کرتے ہوئے ایسا کیا تو مکروہ ہے، اور ایسی عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ملعون ہے (المحیط)

موجودہ دور میں طب کی ترقی کے ساتھ متعدد ایسی بیماریاں اور حالات سامنے آئے ہیں جن میں ڈاکٹر علاج کی غرض سے سر کے بال مکمل طور پر صاف کرنے کا مشورہ دیتے ہیں: مثلاً کینسر کے بہت سے مریضوں کو کیموتھراپی دی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اکثر مریضوں کے سر کے بال خود بخود گر جاتے ہیں، یا بعض اوقات علاج میں آسانی کی غرض سے سے ایسا کرلیا جاتا ہے، جیسے شدید حادثات یا جل جانے کی صورت میں متاثرہ جلد کا علاج، مرہم پٹی اور جلد کی پیوندکاری کے لیے بال ہٹانا ضروری ہوسکتا ہے، پرانی طب میں اس کی قریبی مثال حجامہ بنتی ہے لہٰذا شریعت کے اصول کے مطابق جہاں علاج اور جان یا عضو کی حفاظت کا تقاضا ہو، وہاں ضرورت کے بقدر سر کے بال مونڈنے کی اجازت ہوگی، جبکہ بلا ضرورت، محض فیشن، مشابہت یا زیبائش کے لیے عورت کا سر منڈانا ممنوع ہی رہے گا۔

(جاری ہے............)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

”تفقہ فی الدین“ کی فضیلت واہمیت (قسط 1)

استفتاء

فقہ اور تفقہ فی الدین کی فضیلت، اہمیت، اور اس کی حقیقت پر قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ تفصیل سے روشنی ڈال دی جائے، جزاکم اللّٰہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

جواب

آپ کے سوال کا جواب درج ذیل ہے۔

فقہ وتفقہ کے معنیٰ

لغت میں ”فقہ“ کے معنیٰ ”کسی چیز کے علم اور اس کی فہم، اور اس میں سمجھ بوجھ“ کے آتے ہیں، اور اس کا غالب استعمال دین کے علم کے لئے ہوتا ہے، کیونکہ دینی علم ہی شرافت وکرامت والی چیز ہے۔

اور ”تفقہ“ کا لفظ دراصل ”فقہ“ سے ہی ماخوذ ہے، جو باب تفعل سے تعلق رکھتا ہے، جس کے معنیٰ ”فقہ کو بتکلف طلب کرنے“ کے ہیں۔

اور مخصوص اصطلاح میں فقہ ”احکامِ شرعیہ عملیہ کے احکام کے اس علم کو کہا جاتا ہے، جو تفصیلی دلائل سے حاصل شدہ ہو“ [1]

---

[1] الفقه فی اللغة :العلم بالشیء والفهم له، والفطنة فیه، وغلب، علی علم الدین لشرفه، قال تعالی :(قالوا یا شعیب ما نفقه کثیرا مما تقول) وقیل :هو عبارة عن کل معلوم تیقنه العالم عن فکر.

وفی الاصطلاح هو :العلم بالأحکام الشرعیة العملیة، المکتسب من أدلتها التفصیلیة(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۲، ص۱۹۳، مادة”فقه“)

التفقه: طلب الفقه(المفاتیح فی شرح المصابیح، ج۶، ص۴۷، باب بدء الخلق، وذکر الأنبیاء علیهم السلام)

التفقه أخذ الفقه شیئا فشیئا علی التدریج(التوقیف علی مهمات التعاریف، للمناوی، ص۱۰۴، فصل الفاء)

www.idaraghufran.org

پھر فقہ کے تفصیلی دلائل، جن اصولوں سے معلوم کئے جاتے ہیں، وہ اصولِ فقہ کہلاتے ہیں۔ [1]

اور علمِ فقہ کا موضوع ”مکلّف بندوں کے وہ افعال ہیں، جن میں ان کے حلال وحرام اور واجب، مندوب اور مکروہ ہونے کا حکم ہوتا ہے“۔ [2]

فقہ وتفقہ کی بہت عظیم فضیلت ہے، قرآن وسنت میں اس کے حاصل کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

سورہ توبہ کا حوالہ

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (سورة التوبة،رقم الآية ۱۲۲)

ترجمہ: اور نہیں جائز ہے مومنوں کے لئے کہ وہ نکل پڑیں سارے (غزوہ کے لئے) پس کیوں نہیں نکلتی ان (مومنوں) کے ہر فرقہ میں سے ایک جماعت، تاکہ تفقہ حاصل کریں وہ دین میں اور تاکہ ڈرائیں وہ اپنی قوم کو جب لوٹیں وہ ان (مومنوں) کی طرف، تاکہ وہ ڈریں (سورہ توبہ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ڈرانے اور دعوت دینے کی ذمہ داری کو فقہاء کا منصب بتلایا ہے، اور یہی انبیائے کرام صلی اللہ علیہم وسلم کا وظیفہ ہے۔

اور احادیث میں بھی اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

سورہ توبہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

تَغْزُو طَائِفَةٌ وَتَمْكُثُ طَائِفَةٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْمَاكِثُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ وَيُنْذِرُونَ إِخْوَانَهُمْ إِذَا رَجَعُوا

---

[1] أصول الفقه :أدلته الدالة عليه من حيث الجملة، لا من حيث التفصيل.

والصلة بين الفقه وأصول الفقه أن الفقه يعنى بالأدلة التفصيلية لاستنباط الأحكام العملية منها، أما أصول الفقه فموضوعه الأدلة الإجمالية من حيث وجوه دلاتها على الأحكام الشرعية(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲،ص ۱۹۴ ،مادة”فقه“)

[2] موضوع علم الفقه هو أفعال المكلفين من العباد، فيبحث فيه عما يعرض لأفعالهم من حل وحرمة، ووجوب وندب وكراهة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲،ص ۱۹۵ ،مادة”فقه“)

www.idaraghufran.org

إِلَيْهِمْ مِنَ الْغَزْوِ، لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ مِمَّا نَزَلَ مِنْ قَضَاءِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْ كِتَابِهِ وَحُدُودِهِ (مسند الشاميين،للطبرانی،رقم الحديث ۲۴۱۳)

ترجمہ: ایک جماعت غزوہ (وقتال) کو کرے، اور ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہری رہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرنے والے لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں، اور اپنے بھائیوں کو ڈرائیں، جب وہ ان کی طرف غزوہ سے واپس لوٹیں، تاکہ وہ اللہ عزوجل کے نازل کردہ فیصلہ وحکم، اور اس کی کتاب اور اس کی حدود سے ڈریں (طبرانی)

سورہ توبہ کی مذکورہ آیت میں اللہ نے اس جماعت کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ ''لیتعلموا فی الدین'' کہ وہ دین کا علم حاصل کریں، اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ ''لِيَفْقَهُوا فِي الدِّين'' بلکہ بابِ تفعل کے ساتھ ''لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّين'' فرمایا، جس میں محنت ومشقت کا مفہوم شامل ہے، اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ دین کا علم حاصل کرلینا کافی نہیں، وہ تو شیطان کو بھی حاصل ہے، بلکہ جدوجہد اور تکلف ومشقت برداشت کرکے دین میں سمجھ بوجھ، اور مہارت حاصل کرنا ضروری ہے، جس کے بغیر فرضِ کفایہ کی ضرورت پوری نہیں ہوسکتی۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہلِ یمن کے لوگوں نے آکر عرض کیا کہ:

جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّينِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۷۴۱۸، كتاب التوحيد، بَابُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى المَاءِ)

ترجمہ: ہم (اے اللہ کے نبی) آپ کے پاس دین میں تفقہ حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں (صحیح بخاری)

مذکورہ حدیث کی شرح میں ''المفاتيح فی شرح المصابيح'' میں ہے:

التفقه :طلب الفقه......يعنی :جئناک لنحصل الفقه، حتى نصير فقهاء وعلماء فی الدين (المفاتيح فی شرح المصابيح، ج٦، ص٧٤، باب بدء الخلق، وذكر الأنبياء عليهم السلام)

ترجمہ: تفقہ کے معنیٰ، فقہ کو طلب کرنے کے ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کے پاس فقہ کو حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے، یہاں تک کہ ہم دین میں فقہاء وعلماء کا مقام حاصل کرپائیں (مفاتیح)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تفقہ فی الدین کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔

اس امت کے سب سے پہلے اور بڑے فقہ کے معلم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور سب سے پہلے متعلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اور یہ فقہ وتفقہ کی فضیلت کی بڑی اہم وجہ اور سبب، ونسبت ہے، اور یہی بات سورہ توبہ کی مذکورہ آیت، اور طبرانی کی روایت سے بھی معلوم ہوچکی۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (سنن الترمذی،رقم الحديث ٢٦٤٥ ،ابواب العلم،باب إذا أراد الله بعبد خيرا فقهه فی الدين) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ، جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کو دین میں فقہ (یعنی دین میں فہم وسمجھ) عطاء فرمادیتا ہے (سنن ترمذی)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الخَلاَءَ، فَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا قَالَ :مَنْ وَضَعَ هَذَا فَأُخْبِرَ فَقَالَ اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (صحيح البخاری،رقم الحديث ١٤٣ ،بَابُ وَضْعِ المَاءِ عِنْدَ الخَلاَءِ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوئے، تو میں نے آپ کے لئے وضوء کا پانی رکھ دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس نے یہ پانی رکھا؟ آپ کو میری

[1] قال الترمذی: وَفِي البَابِ عَنْ عُمَرَ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَمُعَاوِيَةَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

خبر دی گئی،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ اس کو دین میں فقیہ بنا دیجئے (صحیح بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :-مَنْ يُرِدْ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (سنن ابن ماجه،رقم الحديث ۲۲۰،بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ، جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے،تو اس کو دین میں فقہ (یعنی دین میں فہم وسمجھ) عطاء فرما دیتا ہے (سنن ابن ماجہ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :خَيْرُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ أَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا إِذَافَقِهُوا (مسند احمد،رقم الحديث ۱۰۲۳۲) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر اسلام میں وہ لوگ ہیں،جن کے اخلاق تم میں سب سے بہتر ہوں، جب وہ فقیہ ہو جائیں (مسند احمد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: سَيَأْتِيْ عَلٰى أُمَّتِيْ زَمَانٌ تَكْثُرُ فِيْهِ الْقُرَّاءُ، وَتَقِلُّ الْفُقَهَاءُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا: وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلْقَتْلُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ يَأْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ زَمَانٌ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ رِجَالٌ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ، ثُمَّ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ زَمَانٌ يُجَادِلُ الْمُنَافِقُ الْكَافِرُ الْمُشْرِكُ بِاللّٰهِ الْمُؤْمِنَ بِمِثْلِ مَا يَقُوْلُ (مستدرک حاکم،رقم الحديث ۸۴۱۲، كتاب الفتن والملاحم) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[3] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه (مستدرک حاکم)
و قال الذهبي في التلخيص:صحيح.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا، جس میں ''قرّاء'' (یعنی قرآن کی قرائت کرنے والے تعداد میں) بہت ہوں گے، مگر ''فقہاء'' کم ہوں گے، اور علم کا قحط ہو جائے گا، اور ہرج کی کثرت ہو جائے گی، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہرج کیا ہوگا؟ فرمایا کہ آپس میں قتل وقتال کرنا، پھر اس کے بعد ایک اور زمانہ آئے گا، جس میں ایسے لوگ قرآن پڑھیں گے، جن کے حلق سے نیچے قرآن نہیں اُترے گا، پھر اس کے بعد ایک اور زمانہ آئے گا، جس میں منافق، اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا کافر شخص، ایمان والے شخص سے جھگڑا کرے گا، اسی طرح کی باتوں کے ذریعہ، جو یہ (مومن شخص) کہے گا (حاکم)

اس حدیث کی تائید ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ: کَیْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَبِسَتْکُمْ فِتْنَۃٌ یَھْرَمُ فِیْھَا الْکَبِیْرُ، وَیَرْبُوْ فِیْھَا الصَّغِیْرُ، وَیَتَّخِذُھَا النَّاسُ سُنَّۃً فَإِذَا غُیِّرَتْ، قَالُوْا: غُیِّرَتِ السُّنَّۃُ؟ قِیْلَ: مَتٰی ذٰلِکَ یَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ: إِذَا کَثُرَتْ قُرَّاؤُکُمْ، وَقَلَّتْ فُقَھَاؤُکُمْ، وَکَثُرَتْ أَمْوَالُکُمْ، وَقَلَّتْ أُمَنَاؤُکُمْ، وَالْتُمِسَتِ الدُّنْیَا بِعَمَلِ الْآخِرَۃِ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۸۵۷۰، کتاب الفتن والملاحم) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم کو فتنے مغالطے میں ڈال دیں گے، ان فتنوں میں تمہارے بڑے، بوڑھے ہو جائیں گے، اور تمہارے بچے، بڑے ہو جائیں گے، پس لوگ انہی فتنوں کو سنت (یعنی دین) بنالیں گے، پس جب ان فتنوں میں سے کسی چیز کو بدلا جائے گا، تو وہ لوگ کہیں گے کہ سنت عمل کو تبدیل کر دیا گیا۔

سوال کیا گیا کہ اے ابوعبدالرحمان، ایسا کب ہوگا؟ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں قاری لوگوں کی کثرت ہو جائے گی، اور تم میں فقہاء کی تعداد کم ہو جائے گی،

---

[1] قال الذھبی: علی شرط البخاری ومسلم.

اورتمہارے مال ودولت کی مقدار زیادہ ہوجائے گی،اورتمہارے امانت دارلوگوں کی تعداد کم ہوجائے گی،اورآخرت والے اعمال کے ذریعہ،دنیا طلب کی جائے گی(حاکم)

معلوم ہوا کہ تفقہ فی الدین بڑی نعمت اوراللہ کا فضل ہے،اور یہ نعمت محض اللہ کے فضل وکرم سے حاصل ہوتی ہے،تفقہ فی الدین کی جدوجہد کرنا ایک ذریعہ ہے،لیکن اس پر ثمرہ ونتیجہ مرتب کرنا،اللہ کی مشیت پر ہے،اور ہر تفقہ فی الدین کی کوشش کرنے والا،اللہ کی نظر میں اس نعمت کا مستحق نہیں ہوتا،جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی وضاحت آئی ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ :مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الْأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللَّهِ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ (صحيح البخارى،رقم الحديث ۷۱،كتاب العلم،باب : من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ،جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے،تو اس کو دین میں تفقہ عطاء فرمادیتا ہے،اور بس میں(علم وغیرہ کو) تقسیم کرنے والا ہوں،اوراللہ عطاء کرنے والا ہے(جس میں تفقہ فی الدین بھی داخل ہے)اور یہ امت،برابراللہ کے حکم پر قائم رہے گی،جن کو ان کی مخالفت کرنے والے ضرر نہ پہنچاسکیں گے،یہاں تک کہ اللہ کا حکم(موت،یا قیامت)نہ آجائے(صحیح بخاری)

ہمیشہ حق پر اس امت کی ایک جماعت کے قائم رہنے کا وعدہ ہے،جیسا کہ دوسری روایات میں وضاحت ہے۔

حافظ ابنِ حجرعسقلانی،مذکورہ حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وهذا الحديث مشتمل على ثلاثة أحكام أحدها فضل التفقه فى الدين وثانيها أن المعطى فى الحقيقة هو الله وثالثها أن بعض هذه الأمة يبقى على الحق أبدا فالأول لائق بأبواب العلم والثانى لائق بقسم الصدقات ...... والثالث لائق بذكر

أشراط الساعة (فتح الباری شرح صحیح البخاری،ج ۱،ص ۱۶۴،قوله باب من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین)

ترجمہ: اور یہ حدیث تین احکام پر مشتمل ہے، پہلا حکم دین میں تفقہ کی فضیلت کا ہے،اور دوسرا حکم یہ ہے کہ معطی درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے،اور تیسرا حکم یہ ہے کہ اس امت کا کچھ حصہ حق پر ہمیشہ قائم رہے گا۔پس پہلا حکم علم کے ابواب کے لائق ہے،اور دوسرا حکم صدقات کی قسم کے لائق ہے،اور تیسرا حکم،علاماتِ قیامت کے ذکر کے لائق ہے(فتح الباری)

معاویہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت

محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ:

قَالَ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمِنْبَرِ " :اللهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ، مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهُّ فِي الدِّينِ "سَمِعْتُ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَذَا الْمِنْبَرِ (مسند احمد،رقم الحدیث ۱۶۸۳۹) [1]

ترجمہ: معاویہ رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے اللہ، جس کو تو عطاء کرے،اسے کوئی منع کرنے والانہیں(جس میں تفقہ فی الدین بھی داخل ہے)اور جس کو تو منع کرے،اسے کوئی عطاء کرنے والانہیں،اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش والے کی کوشش نفع نہیں دے سکتی،جس کے ساتھ اللہ خیر کاارادہ فرماتا ہے،اس کو تفقہ فی الدین عطاء فرمادیتا ہے، میں نے یہ کلمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس منبر پر سنے ہیں(مسند احمد)

معاویہ رضی اللہ عنہ کی تیسری روایت

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک حدیث اس طرح مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ " :إِنَّ هَذَا الْمَالَ حُلْوٌ خَضِرٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ، بَارَكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ فِيهِ، وَمَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا، يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ،

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

وَإِيَّاكُمْ، وَالْمَدْحَ فَإِنَّهُ الذَّبْحُ (مسند احمد،رقم الحديث ١٦٩٠٣) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ مال میٹھا اور سرسبز ہے، پس جس نے اس کو اس کے حق کے ساتھ لیا، تو اللہ عزوجل اس میں اس کو برکت عطاء فرماتا ہے، اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کو تفقہ فی الدین عطاء فرما دیتا ہے، اور تم (کسی کی) مدح وسرائی سے بچو، کیونکہ یہ ذبح (کے مترادف) ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ مال کا ناحق حصول بے برکتی کا ذریعہ ہے، اور کسی کی بے جا تعریف اس کو ذبح کرنے کی طرح نقصان دہ ہے، اور تفقہ فی الدین کا حصول، اللہ کی طرف سے خیر کے ارادہ کی دلیل ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی چوتھی روایت

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت اس طرح مروی ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ، وَالْفِقْهُ بِالتَّفَقُّهِ، وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، وَإِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٩٢٩، ج١٩ ص٣٩٥) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علم تو بس علم حاصل کرنے سے آتا ہے، اور فقہ تو فقہ حاصل کرنے سے آتا ہے، اور جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کو تفقہ فی الدین عطاء فرما دیتا ہے، اور اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے بس علماء ہی خشیت رکھتے ہیں (طبرانی)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وفيه رجل لم يسم، وعتبة بن أبي حكيم وثقه أبو حاتم، وأبو زرعة، وابن حبان، وضعفه جماعة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٥٣٧، باب العلم بالتعلم)

وقال الالباني: قلت: وفي "التقريب" :"وهو صدوق يخطىء كثيرا ."وقال المناوي: " رواه ابن أبي عاصم أيضا قال ابن حجر في "المختصر :"إسناده حسن لأن فيه مبهما اعتضد بمجيئه من وجه آخر ."(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٣٤٢)

www.idaraghufran.org

معاویہ رضی اللہ عنہ کی پانچویں روایت

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْـخَيْـرُ عَـادَـةٌ، وَالشَّـرُّ لَـجَـاجَةٌ، وَمَـنْ يُـرِدُ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (سـنن ابن ماجه،رقم الحديث ٢٢١،بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ) [1]

ترجمہ: خیر، عادت ہے، اور شر لجاجت ہے، اور اللہ، جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، تو اس کو تفقہ فی الدین عطاء فرما دیتا ہے (سنن ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ اصل فطری عادت کے اعتبار سے نفس خیر کی طرف جاتا ہے، اور شر سے تنگ پڑتا ہے۔

معلوم ہوا کہ تفقہ فی الدین، ایک خاص علم اور اللہ کی عظیم نعمت اور عطیۂ الٰہی ہے، اسی لئے ہر حدیث کے حامل کا بھی فقیہ، یا زیادہ فقیہ ہونا ضروری نہیں۔

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فقیہ ہونے کی شہادت، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ نے دی ہے، جن کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیہ بننے کی دعاء کی تھی۔

چنانچہ ابنِ ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ " :هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ، فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ؟ قَالَ :أَصَابَ، إِنَّهُ فَقِيهٌ (صـحيح البخارى،رقم الحديث ٣٧٦٥،بَابُ ذِكْرِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا تم امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں جانتے، انہوں نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ہے؟ تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انہوں نے درست عمل کیا، بے شک وہ فقیہ ہیں (صحیح بخاری)

جلیل القدر تابعین حضرت مجاہد اور حضرت عطاء رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:

عَـنِ ابْـنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، أَخْبَرَهُ:أَنَّـهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،قَصَّرَ مِنْ شَعَرِهِ بِمِشْقَصٍ،فَقُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ :مَا بَلَغَنَا هٰذَا إِلَّا عَنْ مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ:مَا كَانَ

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده جيد(حاشية سنن ابنِ ماجه)

مُعَاوِيَةُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّهَمًا (مسند أحمد، رقم الحديث ١٦٨٦٣) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ نے خبر دی، کہ انہوں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قینچی سے اپنے بال کاٹتے ہوئے دیکھا، ہم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمیں یہ بات حضرت معاویہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں پہنچی، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ، رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جھوٹی بات کہنے والے نہیں ہیں (مسند احمد)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے معتبر سند کے ساتھ روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْبَهَ صَلَاةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَمِيرِكُمْ هٰذَا ،يَعْنِي مُعَاوِيَةَ (مسند الشاميين للطبراني، ج ١ ص ١٦٨، رقم الحديث ٢٨٢) [2]

ترجمہ: میں نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے زیادہ مشابہ، کسی اور کی نماز کو تمہارے اس امیر، یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہیں دیکھا (طبرانی) (جاری ہے............)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن من أجل خُصَيف -وهو ابن عبد الرحمن الجزرى (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله رجال الصحيح غير قيس بن الحارث المذحجي، وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٥٩٢٠ ،باب ما جاء في معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه)

علمی و تحقیقی رسائل (جلد15)

(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(2)...سابِّ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنّف: مفتی محمد رضوان خان

ناشر: کتب خانہ ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

051-5507270---0333-5365831

www.idaraghufran.org

کیاآپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات،مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

’’رسومِ افتاء واصولِ افتاء‘‘ پر کلام (قسط:18)

پھر اس کے بعد علامہ ابنِ عابدین شامی نے ’’شرح عقود رسم المفتی ‘‘ کی مذکورہ عبارت میں جو ابنِ صلاح کا حوالہ دیا ہے،تو امام ابنِ صلاح نے تصریح کی ہے کہ جو شافعی،یا حنفی ایسی حدیث کو پائے، جو اس کے مذہب کے خلاف ہو،تو اگر اس شخص کے اجتہاد کے آلات وذرائع کامل ہوں،خواہ مطلقاً،یا خاص اس باب میں،یا خاص اس مسئلہ میں،تو اس کو اس حدیث کے اختیار کرنے میں استقلال حاصل ہوگا، جو جمہور اصولیین کے اس قول پر مبنی ہے کہ ’’اجتہاد‘‘ میں ’’تجزی‘‘ جائز ہے۔

اور اگر اس شخص کے اجتہاد کے آلات وذرائع کامل نہ ہوں،اور وہ اس حدیث کی تحقیق کے بعد اس کی مخالفت کی وجہ سے دل میں بے چینی محسوس کرے،اور اس کی مخالفت کرنے والوں کی طرف سے دل میں شافی جواب نہ پائے،اور اس حدیث پر کسی مستقل امام نے عمل بھی کیا ہو،تو اس کو عمل میں اس حدیث کے مطابق مذہب اختیار کرنا جائز ہے،اور یہ اس کے امام کا مذہب ترک کرنے کے لئے معقول عذر ہے۔

ساتھ ہی ابنِ صلاح نے یہ بھی فرمایا کہ جو مفتی مثلاً امام شافعی کی طرف منتسب ہو،اور وہ ذواجتہاد ہو،اور اس کا اجتہاد،دوسرے امام کے مذہب تک پہنچادے،یعنی اس کا رجحان ظاہر کردے،تو اس کو اس امام کی اتباع کرنا جائز ہے،اور اگر اس کے اجتہاد کی رو سے،کسی خاص اور جزوی مسئلہ میں، دوسرے امام کی تقلید کی طرف رجحان ہوجائے،تو اس رجحان کو اس امام کی طرف منتقل کرنا جائز ہے،اور ایسی صورت میں فتویٰ دیتے وقت اس کا اظہار کردینا چاہئے۔

جس کی تائید امام ابوبکر قفال مروزی شافعی کی اس بات سے ہوتی ہے کہ اگر میرا اجتہاد،امام ابوحنیفہ

کے مذہب کو راجح قرار دیتا ہے، تو میں یہ کہتا ہوں کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے، لیکن میں امام ابو حنیفہ کے مذہب کو اختیار کرتا ہوں، اور اس طرح مستفتی کے سامنے اظہار کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مجھ سے امام شافعی کے مذہب کے مطابق فتویٰ طلب کرنے آیا ہے، اس لئے میرے ذمہ اس بات کی معرفت کرانا ضروری ہے کہ میں امام شافعی کے مذہب کے خلاف فتویٰ دے رہا ہوں۔ [1]

ہم بھی اسی بات کو راجح سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی مفتی کسی خاص فقہی مذہب کی طرف منتسب ہونے کے ساتھ مشہور ہو، لیکن کسی مسئلہ میں اس کی رائے اس خاص فقہی مذہب کے خلاف ہو، تو اس کو اپنی رائے کے مطابق فتویٰ دینا تو جائز ہے، لیکن ایسی صورت میں اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب اس کے پاس کوئی مستفتی آئے، یا وہ کسی کو اپنی رائے دے، تو اسے یہ واضح کردینا چاہیے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے، لیکن میری رائے میں فلاں قول، یا فلاں مذہب کا قول راجح ہے، یا میں اس پر فتویٰ دیتا ہوں۔

شیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے بھی ''اصولُ الافتاء'' میں اس بات کا ذکر فرمایا

[1] چنانچہ امام تقی الدین، ابن صلاح شافعی (المتوفی: 643ھ) ''ادبُ المفتی والمستفتی'' میں فرماتے ہیں:

أقول: من وجد من الشافعيين حديثًا يخالف مذهبه نظر، فإن كملت آلات الاجتهاد فيه إما مطلقًا، وإما فى ذلك الباب؛ أو فى تلك المسألة على ما سبق بيانه كان له الاستقلال بالعمل بذلك الحديث، وإن لم تكمل آلته ووجد فى قلبه حزازة من مخالفة الحديث بعد أن بحث فلم يجد لمخالفيه عنه جوابًا شافيًا.

فلينظر: هل عمل بذلك الحديث إمام مستقل؟ فإن وجده فله أن يتمذهب بمذهبه فى العمل بذلك الحديث، ويكون ذلك عذرًا له في ترك مذهب إمامه فى ذلك والعلم عند الله تبارك وتعالى.

الرابعة عشرة: هل للمفتي المنتسب إلى مذهب الشافعي مثلا أن يفتي تارة بمذهب آخر؟

فيه تفصيل: وهو أنه إذا كان ذا اجتهاد "فأداه" اجتهاده إلى مذهب إمام آخر اتبع اجتهاده، وإن كان اجتهاده مقيدًا مشوبًا بشيء من التقليد نقل ذلك الشوب من التقليد إلى ذلك الإمام الذى أداه اجتهاده إلى مذهبه، ثم إذا أفتى بين ذلك فى فتياه.

وكان الإمام أبو بكر القفال المروزى؛ يقول: لو اجتهدت فأدى اجتهادى إلى مذهب أبى حنيفة، فأقول: مذهب الشافعي كذا وكذا، ولكنى أقول بمذهب أبى حنيفة، لأنه جاء ليستفتي على مذهب الشافعي، فلا بد من أن أعرفه بأني أفتي بغيره (أدب المفتي والمستفتي، ص ۱۲۱، و ۱۲۲، القول فى أحكام المفتين)

ہے، اور علامہ ابنِ عابدین شامی کے حوالہ سے امام قفال کی مذکورہ عبارت کو مستدل بنایا ہے۔ [1]
ساتھ ہی ابنِ صلاح نے تصریح کی ہے کہ ترجیح میں نظر کئے، اور قید لگائے بغیر کیف ما اتفق قول، یا وجہ پر فتویٰ دینے، یا عمل کرنے پر اکتفاء کرنا ''جہل وخرقِ اجماع'' ہے۔ [2]

پھر اس کے بعد علامہ ابنِ عابدین شامی نے ''شرح عقود رسم المفتی'' کی مذکورہ عبارت میں جو باجی مالکی کا حوالہ دیا ہے، تو ''باجی'' نے فرمایا کہ عامی شخص کو جب کوئی مسئلہ پیش آئے، تو اس کو ایسے مجتہد کا قول لینا تو بلا اختلاف جائز ہے، جو افضل و اعلَم ہو، اور اگر وہ غیر افضل و غیر اعلَم ''ہو، لیکن اس کو آلاتِ اجتہاد پورے حاصل ہوں، یعنی وہ کامل مجتہد ہو'' جیسا کہ ائمۂ اربعہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ، تو ایسے کا قول لینے کے جواز میں اختلاف ہے، لیکن راجح یہ ہے کہ اس کو ان میں سے کسی کا قول لینا بھی جائز ہے، افضل و اعلَم کا قول لینا ضروری نہیں، جس کی دلیل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ ان کے نزدیک حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم وغیرہ کی موجودگی میں ان سے کم درجہ کے صحابہ سے فتویٰ

---

[1] ومقتضى هذا التعليل أنه لو أفصح للمستفتي أنه لايفتي في هذه المسئلة بمذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وانما يفتي بقول غيره، ينبغي أن يجوز ذلك، فانه حكى العلامة ابن عابدين عن القفال رحمهما الله تعالىٰ من أئمة الشافعية أنه كان اذا جاء احد يستفتيه عن بيع الصبرة يقول له: "تسئلني عن مذهبي أو عن مذهب الشافعي رحمه الله تعالىٰ؟" وكان أحيانا يقول:"لو اجتهدت فأدى اجتهادي الى مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، فأقول: مذهب الشافعي رحمه الله تعالىٰ كذا، ولكني أقول بمذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ"(اصول الافتاء لتقي العثماني، ص ۲۲۰،الافتاء بمذهب آخر لرجحان دليله، الناشر: مكتبة معارف القرآن كراتشي، باكستان، الطبعة: شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ، جولائی ۲۰۱۱ء)

[2] واعلم أن من يكتفي بأن يكون في فتياه أو عمله موافقًا لقول أو وجه في المسألة، ويعمل بما يشاء من الأقوال أو الوجوه من غير نظر في الترجيح، ولا تقيُّدٍ به فقد جهل وخرق الإجماع، وسبيله سبيل الذى حكى عنه أبو الوليد الباجي المالكي من فقهاء أصحابه، أنه كان يقول :إن الذى لصديقي على إذا وقعت له حكومة أن أفتيه بالرواية التي توافقه .وحكى عن من يثق به :أنه وقعت له واقعة وأفتى فيها وهو غائب جماعة من فقهائهم من أهل الصلاح بما يضره، فلما عاد سألهم فقالوا :ما علمنا أنها لك. وأفتوه بالرواية الأخرى التي توافقه .قال :وهذا مما لا خلاف بين المسلمين ممن يعتد به في الإجماع أنه لا يجوز(أدب المفتي والمستفتي،ص ۱۲۵،القول في أحكام المفتين)

لینے پرنکیرنہیں کی گئی۔ [1]

اس کے بعد علامہ ابنِ عابدین شامی نے جو آگے دیگر حوالہ جات نقل فرمائے ہیں، ان کی حالت بھی مذکورہ تفصیل سے مختلف نہیں، چنانچہ علامہ ابنِ عابدین شامی نے ایک حوالہ علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی (المتوفیٰ: 879ھ) کا نقل کیا ہے۔

لیکن علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی نے بھی یعمری اور باجی کے حوالہ جات سے یہ بات کی ہے، جس میں مفتی کے نظر کے بغیر ترجیح دینے سے قبل فتویٰ دینے کو حرام کہا ہے، اور مفتی وحاکم میں کوئی فرق نہ ہونے کا ذکر کیا ہے، سوائے مخبر وملزم ہونے کے فرق کے۔ [2]

اسی کے ساتھ علامہ قاسم بن قطلو بغا نے واضح طور پر ’’مجتہد‘‘ کے بارے میں ’’بالراجح عندہٗ‘‘

---

[1] چنانچہ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف قرطبی باجی مالکی (المتوفیٰ: 474ھ) ’’مؤطا امام مالک‘‘ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وقد اختلف الناس فيمن نزلت به نازلة من العامة من يقلد في ذلك. ويقول من يأخذ بلا خلاف يجوز له الأخذ بقول أفضلهم وأعلمهم.

وهل يجوز له الأخذ بقول غيره إذا كملت له(اى للغير) آلات الاجتهاد؟

اختلف الناس في ذلك .قال القاضي أبو الوليد وعندى أنه يجوز له الأخذ بقول من شاء منهم.

وقد قال قوم من أهل الأصول ليس له الأخذ إلا بقول أفضلهم وأعلمهم.

والدليل على ما نقوله أنه لا خلاف أن بعض الصحابة كان أفضل من بعض وأعلم وقد كان جميع فقهائهم يفتي وينتهي الناس إلى قوله ويأخذون به ولو وجب الاقتصار على قول أفضلهم وأعلمهم لما جاز لغيره أن يفتي(المنتقى شرح الموطإ، ج٣،ص ٢٣٢، كتاب النذور والأيمان،ما يجب من النذور في المشي)

[2] وقال في كتاب ”الأصول الأقضية“ لليعمرى رحمه الله : من لم يقف على المشهور من الروايتين أو القولين فليس له التشهي في الحكم بما شاء منها من غير نظر في الترجيح .

وقال الامام أبو عمرو في كتاب ” أدب المفتي “ : اعلم أن من يكتفي بأن يكون فتياه أو عمله موافقا لقول أو وجه في المسألة ويعمل بما شاء من الأقوال والوجوه من غير نظر في الترجيح ، فقد جهل وخرق الاجماع .

وحكى الباجي أنه وقعت له واقعة فأفتي فيها بما يضره ، فلما سألهم قالوا : ما علمنا بأنها لك ، وأفتوه بالرواية الأخرى التي توافق قصده .

قال الباجي : وهذا مما لا خلاف بين المسلمين ممن يعتد به في الاجماع أنه لا يجوز.

قال في ”أصول الأقضية “ : ولا فرق بين المفتي والحاكم ،الا أن المفتي مخبر بالحكم والحاكم ملزم به (التصحيح والترجيح على مختصر القدورى للقاسم بن قطلوبغا، ص ١٢١، ١٢٢، مقدمة المؤلف، ضرورة النظر في الترجيح،مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الاولٰى: ٢٠٠٢م)

کی،اور''مقلد،یعنی غیر مجتہد'' کے بارے میں''یفتی بالمشهور فی مذهبه، وإن لم يكن راجحا عندهٗ'' کی قید لگائی ہے۔ ۱؎

نیز قاسم قطلو بغا نے ایک اور مقام پر قاضی مقلد کو ضعیف پر فیصلہ کرنے سے اس لئے منع کیا ہے کہ وہ ترجیح کا اہل نہیں،اور پھر فرمایا کہ ضعیف قول کے قاضی کے فیصلہ سے قوی ہوجانے کا جو حکم ہے،وہ مجتہد ہونے کی صورت میں ہے۔ ۲؎

جس سے معلوم ہوا کہ مجتہد،اور صاحبِ ترجیح کو تو اتنا اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ دوسرے کی طرف سے ضعیف قرار دیئے قول میں اپنے اجتہاد سے اس کا ضعف دور کردے،اور غیر مجتہد کو یہ اختیار حاصل نہیں، بلکہ اس کے ذمہ دوسرے مجتہد،یا صاحبِ ترجیح کی اتباع واجب ہے۔

اور علامہ قاسم بن قطلو بغا نے جو حوالہ ابراہیم بن علی بن محمد بن فرحون، الیعمری (المتوفیٰ: 799ھ) کا نقل کیا ہے،تو یعمری نے اس مسئلہ میں امام قرافی ہی کے کلام کو نقل کیا ہے، بلکہ انہوں نے قرافی کی عبارت نقل کرنے کے بعد عزالدین عبدالسلام شافعی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ جو اپنے امام کے کسی مسئلہ میں دو قول پائے،تو اسے جس قول کی وہ چاہے،تقلید کرلینا جائز ہے۔ ۳؎

۱؎ أن الحاكم إن كان مجتهدا فلا يجوز له أن يحكم ويفتي إلا بالراجح عنده.

وإن كان مقلدا جاز له أن يفتي بالمشهور في مذهبه وأن يحكم به، وإن لم يكن راجحا عنده، مقلداً في رجحان القول المحكوم به إمامه الذي يقلده ، كما يقلده في الفتوى، وأما اتباع الهوى في الحكم أو الفتيا فحرام إجماعا ،وأما الحكم أو الفتيا بما هو مرجوح فخلاف الإجماع (التصحيح والترجيح على مختصر القدوري للقاسم بن قطلوبغا، ص ۱۳۰، مقدمة المؤلف، قول القرافي،مطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الاولٰى: ۲۰۰۲م)

۲؎ وليس للقاضي المقلد أن يحكم بالضعيف؛ لأنه ليس من أهل الترجيح، فلا يعدل عن الصحيح إلا لقصد غير جميل .ولو حكم لا ينفذ؛ لأن قضاء ه بغير الحق؛ لأن الحق هو الصحيح.

وما وقع من أن القول الضعيف يتقوى بالقضاء المراد به قضاء المجتهد، كما بين في موضعه لما لا يحتمله هذا الجواب(مجموعة رسائل العلامة قاسم بن قطلوبغا،ص ۲۰۷،رسالة في حفر المربعات،دار النوادر، سوريا)

۳؎ إن كان مجتهدا فلا يجوز له أن يحكم أو يفتي إلا بالراجح عنده، وإن كان مقلدا جاز له أن يفتي بالمشهور في مذهبه، وأن يحكم به، وإن لم يكن راجحا عنده مقلدا في رجحان القول المحكوم به أمامه الذي يقلده في الفتيا، وأما اتباع الهوى في الحكم والفتيا فحرام إجماعا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو مفتی مجتہد ہو، اس کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا جائز، بلکہ ضروری ہے، اور اکثر حضرات کے نزدیک اس کو کیف ما اتفق کسی قول پر فتویٰ دینا، یا اپنی اجتہاد کی رو سے مرجوح قول پر فتویٰ دینا، جائز نہیں۔

اور اجتہاد کے درجات مختلف ہیں، اصولِ اجتہاد کی رو سے ہر ایک کو اپنے اجتہاد کے مطابق اپنی مکمل سعی کو بروئے کار لانا ضروری ہے، خواہ وہ جزوی اجتہاد کیوں نہ ہو، اور اجتہاد کے اصول، کتابُ اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماعِ امت اور قیاس وغیرہ کی شکل میں طے ہیں، ان سب میں ترجیح کے لئے صحیح وصریح اور غیر متعارض حدیث کا ہونا قطعاً ضروری نہیں، جب کہ اس طرح صحیح وصریح اور غیر متعارض حدیث کے خلاف کسی مسلمہ مجتہد کا قول بمشکل ہی دستیاب ہوتا ہے، جس طرح اوپر کے مجتہد کا اجتہاد، اس مخصوص صورت کے ساتھ مقید نہیں، تو دوسرے کے لئے اس کی تخصیص کیوں کر ممکن ہے، کیونکہ اصولِ اجتہاد جملہ مجتہدین کے لئے طے شدہ اور مسلمہ ہیں، البتہ بعض جزوی چیزیں مجتہد فیہ ہیں، جیسے استحسان، آثارِ صحابہ وتابعین، اور مرسل احادیث کا قابلِ استدلال اور حجت ہونا، نہ ہونا، اور ہونے کی صورت میں بعض شرائط کا معتبر ہونا، نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

اور جو شخص مجتہد نہ ہو، اور اس کو ترجیح کی قدرت نہ ہو، اس کے لئے جس مذہب پر وہ عمل کرنا، یا اس مذہب کے مطابق فتویٰ دینا چاہتا ہے، تو اس مذہب کے علماء واصحابِ ترجیح کی طرف سے ترجیح

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

نعم اختلف العلماء فيما تعارضت الأدلة عند المجتهد وتساوت وعجز عن الترجيح هل يتساقطان أو يختاروا واحدا منهما يفتى به؟ .

قولان للعلماء ، فعلى القول بأنه يختار أحدهما يفتى به فله أن يختار أحدهما يحكم به مع أنه ليس أرجح عنده بطريق الأولى؛ لأن الفتيا شرع عام على المكلفين إلى قيام الساعة، والحكم يختص بالوقائع الجزئية، فإذا جاز الاختيار في الشرائع العامة فأولى أن يجوز في الأمور الجزئية الخاصة، وهذا مقتضى الفقه والقواعد، وعلى هذا التقرير يتصور الحكم بالراجح وغير الراجح، وليس اتباعا للهوى، بل ذلك بعد بذل الجهد والعجز عن الترجيح وحصول التساوى، أما الفتيا والحكم بما هو مرجوح فخلاف الإجماع، وقال أيضا في أول هذا الكتاب :إن للحاكم أن يحكم بأحد القولين المستويين من غير ترجيح، ولا معرفة بأدلة القولين إجماعا، فتأمل هذا مع ما سبق من كلامه في قوله بعد بذل الجهد والعجز عن الترجيح.

وقال عز الدين عبد السلام الشافعي :من كان لإمامه في المسألة قولان فله أن يقلد أيهما أحب، نقله ابن عبد النور التونسي في الفتاوى(تبصرة الحكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام، ج ۱،ص ۷۵،الباب الخامس في أركان القضاء ،فصل يلزم القاضي المقلد إذا وجد المشهور أن لا يخرج عنه)

دیئے گئے، یا اس مذہب کے مشہور قول کی اتباع واجب ہے، البتہ بعض حالات میں مرجوح قول پر عمل کرنے، یا فتویٰ دینے کی گنجائش ہے۔

اور متاخرین بعض علماء کا یہ سمجھنا کہ مجتہد وغیر مجتہد، اور عامی وغیر عامی، ہر ایک کے لیے مذہبِ معین کا التزام واجب ہے، اور ہر طرح کے مفتی کے لیے اس کے علمائے مذہب کی طرف سے دی گئی ترجیح کی پابندی واجب ہے، اور سابق علمائے مذہب کی طرف سے، دی گئی ترجیح کے برخلاف موجودہ زمانہ میں کسی کی ترجیح کا اعتبار نہیں۔

مذکورہ علماء کی یہ فہم، فقہائے محققین اور خود علامہ ابنِ عابدین شامی کی دیگر مقامات پر توضیحات و تصریحات کی رُو سے بھی راجح ثابت نہیں ہو سکی۔

پس آج کل ہمارے یہاں جو فقیہ مفتی کے ایسے فتوے کو بالا جماع غلط ٹھہرایا جاتا ہے، اور اس کو اتباعِ ھویٰ جیسے الزامات سے متہم کیا جاتا ہے، جو اس مفتی کے نزدیک قوی ہو، اور کسی دوسرے نے اس کو ضعیف قرار دیا ہو، اور اسی طرح غیر مجتہد وعامی، عالم وغیر عالم سب کے لئے ایک مجتہد، یا مذہب کی پابندی کو لازم ٹھہرایا جاتا ہے، اور متبحر وفقیہ ومفتی کے تصور میں بھی تسامح کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اور، صریح وصحیح، اور غیر متعارض حدیث مذہب کے خلاف ملنے کی سخت ترین شرائط عائد کر کے اپنے وپرائے مذہب کی تقسیم اور اس سے خروج ودخول وغیرہ کی بحثیں کی جاتی ہیں، یہ سب جمہور فقہائے مجتہدین ومحققین کی پے درپے تصریحات وترجیحات کے خلاف ہیں۔

اب اگر فاضل موصوف اس تسامح پر مبنی ایک ادھورے جزئیہ کو فتوے کا اصول بنا کر سب پر مسلط کرنے کے خواہش مند ہوں، تو محققین کی تصریحات کی روشنی میں وہ اپنی اس خواہش میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

اس جزئیہ کو فاضل موصوف اپنے پاس حفاظت سے سنبھال کر رکھیں، تو ہی بہتر ہے، ہم پر اس ایک ادھورے وناقص وناتمام اور تسامح پر مبنی جزئیہ سے اثر ڈالنے کی کوشش نہ کریں، بلکہ زیادہ سعادت مندی کی نشانی ہوگی کہ وہ اس طرح کے تسامحات پر مبنی اقوال کی اتباع کرنے کے بجائے، ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔　(جاری ہے..........)

عبرت کدہ مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت شمویل علیہ السلام (قسط2)

قرآن مجید میں ذکراور بنی اسرائیل پر’’طالوت‘‘کاتقرر

حضرت شمویل علیہ السلام ان انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں،جن کا نام قرآن مجید میں صراحتاً مذکورنہیں، لیکن سورہ بقرۃ میں جس نبی کا ذکر’’طالوت‘‘ کی تقرری،تابوتِ سکینہ کی واپسی، اور’’جالوت‘‘ کے خلاف جہاد کے ضمن میں آیا ہے،اکثرمفسرین نے اس نبی کی تعیین حضرت شمویل علیہ السلام کےطور پرکی ہے۔ [1]

جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت شمویل کے زمانہ میں بھی عمالقہ کی ظالمانہ شرارتیں،سابقہ دور کی طرح اسی طرح جاری رہیں،توبنی اسرائیل نے حضرت شمویل سے درخواست کی کہ وہ ہم پر

[1] قال أکثر المفسرین: کان نبی هؤلاء القوم المذکورین فی هذه القصة هو شمویل(البدایة والنهایة لابنِ کثیر، ج۲ص۷، کتاب المبتدأ وقصص الانبیاء، قصة شمویل علیه السلام وفیها بدأ أمر داود علیه السلام)

ومنهم من قال: إنه یوشع بن نون بن أفرایم بن یوسف، والدلیل علیه قوله تعالی: من بعد موسی وهذا ضعیف لأن قوله: من بعد موسی کما یحتمل الاتصال یحتمل الحصول من بعد زمان، ومنهم من قال: کان اسم ذلک النبی أشمویل من بنی هارون واسمه بالعربیة: إسماعیل، وهو قول الأکثرین، وقال السدی: هو شمعون، سمته أمه بذلک، لأنها دعت الله تعالی أن یرزقها ولدا فاستجاب الله تعالی دعائها، فسمته شمعون، یعنی سمع دعائها فیه، والسین تصیر شینا بالعبرانیة، وهو من ولد لاوی بن یعقوب علیه السلام(تفسیر الرازی، ج٦ص٥٠٢، سورة البقرة)

وکانت الرسل بعد موسی إلی زمن عیسی علیهم السلام متواترة یظهر بعضهم فی أثر بعض، والشریعة واحدة: قیل إن الرسل بعد موسی یوشع بن نون وأشمویل وداود وسلیمان وأرمیاء وحزقیل وإلیاس ویونس وزکریا ویحیی وغیرهم، وکانوا یحکمون بشریعة موسی إلی أن بعث الله تعالی عیسی علیه السلام فجائهم بشریعة جدیدة، وغیر بعض أحکام التوراة(تفسیر الخازن، ج١ص٥٩، سورة البقرة)

ایک بادشاہ(حاکم) مقرر کردیں، جس کی قیادت میں ہم ظالموں کا مقابلہ کریں، اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ دشمنوں کی لائی ہوئی مصیبت کا خاتمہ کریں، تو حضرت شمویل نے فرمایا کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب تم پر کوئی بادشاہ مقرر کردیا جائے، اور وہ تم کو دشمنوں کے مقابلہ کے لیے جہاد کا حکم دے، تو تم بزدل ثابت ہوجاؤ، اور جہاد سے انکار کرلو، تو بنی اسرائیل نے بڑی قوت کے ساتھ جواب دیا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم جہاد سے انکار کردیں، جبکہ ہم یہ خوب جانتے ہیں کہ ہم کو دشمنوں نے بہت زیادہ ذلیل کردیا ہے، اور انہوں نے ہم کو ہمارے گھروں سے نکالا، اور ہماری اولاد کو قید کیا۔

لیکن جب بنی اسرائیل کے ان لوگوں پر قتال فرض کردیا گیا، تو ان میں سے اکثر لوگوں نے قتال کرنے سے اعراض اور کنارہ کشی اختیار کی، البتہ تھوڑے لوگوں نے قتال سے اعراض وکنارہ کشی اختیار نہیں کی۔[1]

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘاِذْ قَالُوْا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٤٦)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا آپ نے جماعت کی طرف بنی اسرائیل کی، موسیٰ کے بعد، جب کہا انہوں نے اپنے نبی کو کہ بھیج دیجیے ہمارے لیے بادشاہ کو، قتال کریں گے ہم اللہ کے

---

[1] فدعا بنی إسرائيل، فطلبوا منه أن يقيم لهم ملكا يقاتلون معه أعدائهم، وكان الملك أيضا قد باد فيهم، فقال لهم النبی: فهل عسيتم إن أقام الله لكم ملكا ألا تقاتلوا وتفوا بما التزمتم من القتال معه، قالوا وما لنا ألا نقاتل فی سبيل الله وقد أخرجنا من ديارنا وأبنائنا أی وقد أخذت منا البلاد وسبيت الأولاد، قال الله تعالى: فلما كتب عليهم القتال تولوا إلا قليلا منهم والله عليم بالظالمين أی ما وفوا بما وعدوا بل نكل عن الجهاد أكثرهم، والله عليم بهم(تاريخ ابنِ كثير، ج ا ص ٥٠٦، سورة البقرة)

راستہ میں، کہا اس (نبی) نے کہ قریب ہے اگر فرض کر دیا جائے تم پر قتال کو، تو تم قتال نہ کرو، کہا انہوں نے اور کیا ہوگا ہمیں کہ نہ قتال کریں ہم، اللہ کے راستہ میں، حالانکہ نکال دیا گیا ہم کو اپنے گھروں سے اور اپنے بچوں سے، پھر جب فرض کر دیا گیا ان پر قتال کو، تو پھر گئے وہ، مگر تھوڑے ان میں سے، اور اللہ خوب جاننے والا ہے ظالموں کو (سورہ بقرہ)

حضرت شمویل نے ان سے فرمایا کہ بے شک اللہ نے تمہارے قتال کرنے کے لیے حضرت طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیج دیا ہے، بنی اسرائیل کی اس قوم کے لوگوں نے اعتراض کے طور پر کہا کہ ہمارے اوپر طالوت کو بادشاہت کا حق کیسے ہوسکتا ہے، اس کے مقابلہ میں تو بادشاہت کے زیادہ حق دار ہم ہیں، کیونکہ طالوت کو تو مال ودولت کی فراخی حاصل نہیں ہے۔

اللہ کے نبی نے جواب میں فرمایا کہ اللہ نے تمہارے اوپر بادشاہت کے لیے طالوت کو منتخب فرما دیا ہے، اور طالوت کو اگرچہ مال ودولت کی فراخی حاصل نہ ہو، لیکن اللہ نے ان کو علم اور جسم میں کشادگی اور فراخی خوب عطا فرمائی ہے، اور بادشاہت کا مستحق ہونے کے لیے ان ہی دو چیزوں کی ضرورت ہے، بادشاہت کا علم ہونے سے اس کے کاموں کو ٹھیک طریقہ پر انجام دینے کا سلیقہ حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (سورة البقرة، رقم الآيات ٢٤٦، ٢٤٧)

اور کہا ان کو ان کے نبی نے، بے شک اللہ نے بھیج دیا ہے، تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ کے طور پر، کہا انہوں نے کہ کیسے ہوگی اس کے لیے حکومت ہمارے اوپر، حالانکہ ہم زیادہ حق دار ہیں حکومت کے اس کے مقابلہ میں، اور نہیں دی گئی اسے وسعت مال

کی، کہا اس (نبی) نے بے شک اللہ نے منتخب کر دیا ہے اس کو تمہارے اوپر، اور زیادہ کیا اس کو کشادگی کے اعتبار سے علم میں اور جسم میں، اور اللہ دیتا ہے اپنی حکومت جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، بہت علم والا ہے (سورہ بقرہ)

مطلب یہ ہے کہ جسم میں فراخی وکشادگی ہونے سے بادشاہت کو طاقت وقوت، ہمت وحوصلہ اور رعب ودبدبہ حاصل ہوتا ہے، اور اگر تمہیں پھر بھی اعتراض یا شبہ ہو، تو یہ یاد رکھو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے، اسی کو اپنی حکومت عطا فرماتا ہے، اور اللہ وسعت والا بھی ہے، لہٰذا اس کے پاس کسی چیز کی تنگی نہیں، اور اللہ خوب جاننے والا بھی ہے، لہٰذا اسے تمہارے مقابلہ میں حکومت کا زیادہ مستحق ہونے والے شخص کا خوب علم ہے، پس طالوت کی بادشاہت پر تمہارا اعتراض وشبہ کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ [1]

---

[1] مفسرین کے نزدیک بنی اسرائیل میں ایک عرصہ سے نبوت کا سلسلہ ''لاوی بن یعقوب'' کی اولاد میں، اور حکومت وسرداری کا سلسلہ ''سبطِ یہودا'' میں چلا آ رہا تھا، اب جبکہ حضرت شمویل کے ارشاد کے مطابق یہ شرف بنیامین کی نسل میں منتقل ہونے لگا، تو بنی اسرائیل کے ان سرداروں کو حسد ہوا، اور وہ اس کو برداشت نہ کر سکے، اور اس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔

قال المفسرون: وسبب هذا الاستبعاد أن النبوة كانت مخصوصة بسبط معين من أسباط بني إسرائيل، وهو سبط لاوى بن يعقوب، ومنه موسى وهارون، وسبط المملكة، سبط يهوذا، ومنه داود وسليمان، وأن طالوت ما كان من أحد هذين السبطين، بل كان من ولد بنيامين فلهذا السبب أنكروا كونه ملكا لهم، وزعموا أنهم أحق بالملك منه، ثم إنهم أكدوا هذه الشبهة بشبهة أخرى، وهي قولهم: ولم يؤت سعة من المال، وذلك إشارة إلى أنه فقير، واختلفوا فقال وهب، كان دباغا، وقال السدى: كان مكاريا، وقال آخرون، كان سقاء(تفسير الرازى، ج٦ ص٥٠٤، سورة البقرة)

وقال لهم نبيهم إن الله قد بعث لكم طالوت ملكا ولما كان من بنى إسرائيل سبط النبوة سبط لاوى بن يعقوب وسبط المملكة سبط يهودا وكان طالوت من سبط بنيامين وكان رجلا فقيرا قالوا أنى من اين يكون له الملك علينا ونحن أحق بالملك منه فانا من سبط المملكة والواو للحال ولم يؤت سعة من المال ونحن اغنياء قال نبيهم إن الله اصطفاه عليكم وزاده بسطة فى العلم قال الكلبى كان اعلم الناس بالحرب والجسم وكان طالوت أجمل فى بنى إسرائيل وأطولهم يمد رجل يده حتى يبلغ رأسه(التفسير المظهرى، ج١ ص٣٤٧، وص٣٤٨، سورة البقرة)

قوله تعالى: (وقال لهم نبيهم إن الله قد بعث لكم طالوت ملكا) أى أجابكم إلى ما سألتم، وكان طالوت سقاء .وقيل: دباغا .وقيل: مكاريا، وكان عالما فلذلك رفعه الله على ما يأتى: وكان من سبط بنيامين ولم يكن من سبط النبوة ولا من سبط الملك، وكانت النبوة فى بنى لاوى، والملك فى سبط يهوذا فلذلك أنكروا(تفسير القرطبى، ج٣ص٢٤٥، سورة البقرة)

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

امراضِ قلب اور کولیسٹرول

دل انسانی جسم کا ایک نہایت اہم اور مسلسل کام کرنے والا عضو ہے۔

یہ سینے میں قدرے بائیں جانب واقع ہوتا ہے اور اپنی باقاعدہ دھڑکن کے ذریعے خون کو پورے جسم میں گردش دیتا ہے، خون کے ذریعے آکسیجن، گلوکوز، امینوایسڈز، وٹامنز، معدنیات، ہارمونز اور دیگر ضروری مادّے جسم کے خلیات تک پہنچتے ہیں، جبکہ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور بعض فاسد مادّے جسم سے خارج کرنے والے اعضا تک منتقل ہوتے ہیں، جس طرح جسم کے دوسرے اعضا کو خون اور آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح خود دل کے عضلات کو بھی مسلسل خون درکار ہوتا ہے۔

اگر دل کو خون پہنچانے والی شریانوں میں چکنائی، کولیسٹرول اور دوسرے مادّوں کے ذخائر جمع ہوکر خون کا راستہ تنگ کردیں، تو دل کے عضلات تک خون اور آکسیجن کی فراہمی متاثر ہونے لگتی ہے، یہی کیفیت آگے چل کر انجائنا، دل کے دورے اور دوسری قلبی بیماریوں کا سبب بن سکتی ہے۔

امراضِ قلب کے سلسلے میں کولیسٹرول کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے، عام طور پر اس کا نام سنتے ہی اسے مکمل طور پر نقصان دہ سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کولیسٹرول انسانی جسم کے لیے ایک ضروری مادّہ ہے، قدرت نے اسے جسم میں بے مقصد پیدا نہیں کیا، جسم کے ہر خلیے، بعض ہارمونز، وٹامن ڈی اور نظامِ ہضم کے لیے اس کی مناسب مقدار ضروری ہے، البتہ جب خون میں نقصان دہ کولیسٹرول کی مقدار بڑھ جائے تو یہی مفید مادّہ بیماریوں کا سبب بن سکتا ہے۔

کولیسٹرول کیا ہے؟

کولیسٹرول موم جیسا، چکنائی سے مشابہ ایک مادّہ ہے، جو جسم کے تمام خلیات میں پایا جاتا ہے، یہ خون میں بھی موجود ہوتا ہے، لیکن چونکہ یہ پانی میں حل نہیں ہوتا، اس لیے خون میں تنہا سفر نہیں کرسکتا، اسے مخصوص پروٹین اپنے ساتھ لے کر چلتے ہیں، چکنائی اور پروٹین کے اس مجموعے کو لائپو پروٹین کہا جاتا ہے، کولیسٹرول کا ایک حصہ خوراک، خصوصاً حیوانی غذاؤں سے حاصل ہوتا ہے،

لیکن انسانی جگر بھی کولیسٹرول بناتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جسم اپنی بنیادی ضرورت کا کولیسٹرول خود تیار کرلیتا ہے، انڈے کی زردی، گوشت، کلیجی اور مکمل چکنائی والی دودھ کی مصنوعات میں غذائی کولیسٹرول پایا جاتا ہے۔

کولیسٹرول کی اہم اقسام

عام طور پر کولیسٹرول کی قسمیں کہی جانے والی اشیا دراصل مختلف لائپو پروٹین ہیں، جو کولیسٹرول کو خون میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جاتے ہیں۔

ایل ڈی ایل کولیسٹرول: ایل ڈی ایل یعنی کم کثافت والا لائپو پروٹین کولیسٹرول کو جگر سے جسم کے خلیات تک لے جاتا ہے، اس کی ایک مناسب مقدار جسم کے استعمال کے لیے ضروری ہے، لیکن جب خون میں ایل ڈی ایل ضرورت سے زیادہ ہوجائے تو اضافی کولیسٹرول شریانوں کی دیواروں میں جمع ہونے لگتا ہے، اسی لیے اسے عام طور پر نقصان دہ یا برا کولیسٹرول کہا جاتا ہے، حقیقت میں ایل ڈی ایل بذاتِ خود مکمل طور پر برا نہیں، یہ ایک ضروری نقل وحمل کا ذریعہ ہے، نقصان اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اس کی مقدار جسم کی ضرورت سے بڑھ جائے یا انسان میں دوسرے قلبی خطرات بھی موجود ہوں۔

ایچ ڈی ایل کولیسٹرول: ایچ ڈی ایل یعنی زیادہ کثافت والا لائپو پروٹین اضافی کولیسٹرول کو خون اور شریانوں سے واپس جگر کی طرف لے جانے میں مدد دیتا ہے، جگر اسے دوبارہ استعمال یا جسم سے خارج کرتا ہے، اسی بنا پر ایچ ڈی ایل کو عموماً اچھا کولیسٹرول کہا جاتا ہے، تاہم ایچ ڈی ایل کی مقدار کو تنہا صحت کی ضمانت نہیں سمجھنا چاہیے، قلبی خطرے کا اندازہ ایل ڈی ایل، بلڈ پریشر، ذیابیطس، تمباکونوشی، عمر اور خاندانی تاریخ سمیت تمام عوامل کو ملا کر لگایا جاتا ہے۔

وی ایل ڈی ایل: وی ایل ڈی ایل زیادہ تر ٹرائی گلیسرائیڈز کو جسم کے مختلف حصوں تک پہنچاتا ہے، اس کی زیادتی بھی شریانوں میں چکنائی جمع ہونے کے عمل میں حصہ لے سکتی ہے۔

ٹرائی گلیسرائیڈز: ٹرائی گلیسرائیڈز کولیسٹرول نہیں، بلکہ خون میں موجود چکنائی کی ایک دوسری قسم

﴿بقیہ صفحہ 59 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 11/محرم الحرام، بروز ہفتہ، ادارہ غفران کی مجلسِ فقہی کا انعقاد ہوا، جس میں علمی و تحقیقی رسائل کی جلد نمبر 28، 29، اور جلد نمبر 30 کی اشاعت سے متعلق امور طے پائے۔

□...... 12/محرم الحرام، بروز اتوار، حافظ محمد موسیٰ صداقت، اور 21/محرم الحرام، بروز منگل، حافظ محمد معاذ کے تکمیلِ حفظِ قرآن کے موقع پر دعائیہ تقریب منعقد ہوئی۔

□...... 25/محرم الحرام، بروز ہفتہ، حضرت شیخ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی صحبت وخدمت میں حاضری کے لئے مفتی صاحب مدیر، کراچی روانہ ہوئے، اور 2/صفر، بروز جمعہ واپس ادارہ غفران پہنچے۔

□...... 4/صفر، بروز اتوار، حکیم محمد مظہر صاحب مدظلہ سے مفتی صاحب مدیر نے اپنے چند احباب کے ساتھ اسلام آباد میں ملاقات کی۔

□...... 5/صفر، بروز پیر، مفتی صاحب مدیر نے اپنے ایک قدیم متعلق جناب حاجی مرسلین صاحب کے نمازِ جنازہ میں شرکت کی، اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرتِ کاملہ فرمائے، اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین

...... تعمیرِ پاکستان سکول میں گرمیوں کی چھٹیوں کا کام دے کر 8/جولائی بروز بدھ تا 24/اگست بروز پیر تک گرمیوں کی تعطیلات کا آغاز ہو گیا۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ 58 ''امراضِ قلب اور کولیسٹرول''﴾

ہے، جسم انہیں اضافی توانائی محفوظ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے، کھانے سے حاصل ہونے والے زائد حرارے، خصوصاً ضرورت سے زیادہ شکر، میٹھے مشروبات اور نشاستہ، ٹرائی گلیسرائیڈز میں تبدیل ہو کر چربی کے خلیات میں محفوظ ہو سکتے ہیں، ٹرائی گلیسرائیڈز کی مناسب مقدار جسم کے لیے توانائی کا ذخیرہ ہے، لیکن ان کی زیادتی، خصوصاً بلند ایل ڈی ایل یا کم ایچ ڈی ایل کے ساتھ، قلبی بیماری کے خطرے میں اضافہ کر سکتی ہے۔

کولیسٹرول میں اعتدال: کولیسٹرول کے معاملے میں اعتدال کا مطلب یہ نہیں کہ خون میں ہر قسم کا کولیسٹرول درمیانی مقدار میں ہونا چاہیے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ ایل ڈی ایل کولیسٹرول کم اور محفوظ سطح پر ہو، اور ایچ ڈی ایل مناسب سطح پر ہو، اور ٹرائی گلیسرائیڈز بلند نہ ہوں، بلڈ پریشر، شوگر، وزن اور جسمانی سرگرمیاں بھی متوازن ہوں۔